یارب دلِ پاک و جانِ آگاہم دہ — آہِ شب و گریۂ سحرگاہم دہ
در راہِ خود اوّل زِ خودم بیخود کن — آنگاہ ز بیخودی بہ خود راہم دہ

جامیؒ

# جامِ طہور

## رباعیات و قطعات کا مجموعہ

از

خواجہ عبدالسمیع پال اثر صہبائی ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔

ناشران

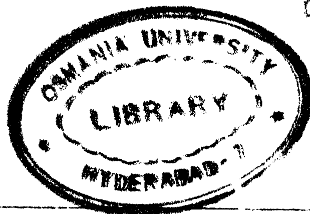
تاج کمپنی لمیٹڈ۔ ریلوے روڈ۔ لاہور

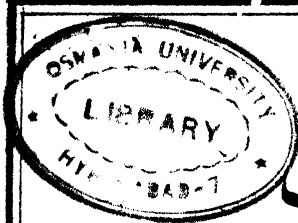
# انتساب

میں اس جام کو اُن زندۂ جاوید انسانوں کے
نام پر نوش کرتا ہوں جن کی زندگیاں حق جوئی،
حق گوئی اور حق پرستی میں صرف ہوئیں۔

مردے گردی چو گرد مردے گردی!

صہبائی






# اشارات

کسی تخلیقی کام کے ارتقائی مدارج کا مطالعہ اس کے معانی و مطالب کے سمجھنے میں بہت حد تک معاون ہوتا ہے ۔ اس خیال کے پیشِ نظر مجھے ان اوراق میں "جامِ طہور" کے محرکات اور اپنے ذہنی اور روحانی انقلابات کا مختصر سا تذکرہ کرنا ہے ۔

میں ابھی دس برس کا تھا کہ مجھے قافیہ پیمائی کا شوق پیدا ہوا ۔ بارہ تیرہ برس کی عمر تک میری شاعری کی حیثیت صرف تک بندی تک محدود تھی ۔ چودہ برس کی عمر میں شاعری کی الہامی کیفیت محسوس ہونے لگی ۔ انہیں ایّام میں مجھے غالبؔ اور اقبالؔ کے کلام سے لگاؤ پیدا ہوا ۔ جو آج تک برابر ترقی کرتا رہا ہے ۔ انّیس برس کی عمر تک غزل اور نظم کی مشق جاری رہی ۔ رباعی گوئی کا آغاز بیس برس کی عمر میں ہوا ۔ اور اس کا محرک حضرت خیّامؔ کی رباعیات کا مطالعہ تھا ۔ خیّام کی رباعیات کا مطالعہ میری رباعیات پر خصوصًا اور میری شاعری پر عمومًا بہت حد تک اثر انداز ہوا ۔ انگریزی ادبیات اور مغربی فلسفہ کا مطالعہ میرے بہت سے تصورات میں انقلاب پیدا کر چکا تھا ۔ مذہب، خُدا، خیر و شر اور دیگر اسی قسم کے مسائل کے متعلق میرے خیالات میں بہت تبدیلی پیدا ہو چکی تھی ۔ یعنی وہ مذہبی تصورات جو مجھے وراثت میں ملے تھے بالکل برباد ہو چکے تھے ۔ پھر آغازِ شباب تھا ۔ مادی خوشبوؤں میں عجیب و غریب سحر محسوس ہوتا تھا، دنیا رنگ و بو کا ایک پیکر تھی، تمام گرد و پیش حُسن و جمال کی موجوں میں ہلکورے لے رہا تھا ۔ روح ایک گہری نیند سو رہی تھی ۔ ایسے میں خیام کا فلسفۂ حیات جلتی آگ پہ تیل کا کام کر رہا تھا ۔ خیّام

ایک بالغ نظر حکیم اور قادر الکلام شاعر ہے۔ اس لئے اس کا استدلال جو فلسفیانہ نکتہ سنجی اور شاعرانہ جوش و لطافت سے بھرپور ہے دل اور دماغ دونوں کے لئے بے پناہ ہے۔ دنیا کی بے ثباتی، انقلاب پیہم، مستقبل کا گھٹ ٹوپ اندھیرا، تقدیر اور خدا کی پُر اسرار کارفرمائیاں خیام کو اس نتیجہ پر پہنچاتی ہیں:-

ساقی بہ بہشت ایں ہمہ مشتاقی چیست!
جنت مے و ساقی بود و باقی چیست!
ایں جاست مے و ساقی و آنجاست ہمیں
پس در دو جہاں بہ از مے و ساقی چیست!

گویند بہشت و حوض و کوثر باشد
وانجا مے ناب و شہد و شکر باشد
پُر کن قدحِ بادہ و بر دستم نہ
نقدے ز ہزار نسیہ خوشتر باشد

خیام کے استدلال کی بنیادیں درست ہیں لیکن اس کے نتیجہ سے ہمیں اتفاق نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ انقلابات و حوادثِ عالم کی یورش نہایت ہی سفاک ہے۔ انسان کی بے چارگی انتہائی طور پر درد انگیز ہے، عدم و وجود کے مسائل شکوک و شبہات کی تاریکیوں میں مستور ہیں۔ انسانی زندگی عارضی ہے اور موت اٹل، لیکن ان تمام حقائق کے باوجود ہمارے جسمانی، ذہنی اور روحانی آلام کا علاج تعیش کی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا علاج تزکیۂ نفس ہے جس کو قرآنی اصطلاح میں "ذکرِ الٰہی" کہا گیا ہے

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ!

عیش و عشرت زندگی کے آلام کا مداوا نہیں بلکہ یہ اقدام خودکشی ہے جو تمام بانیانِ مذاہب اور ہادیانِ عالم کی نگاہ میں قطعی طور پر مذموم ہے۔

خیام کی مسرت مادی مسرت ہے۔ اس کی شراب وہی انگوری شراب ہے جو میخانوں میں فروخت ہوتی ہے۔ اس کا ساقی وہی حسین و جمیل اور نازک اندام انسان ہے (خدا معلوم مرد یا عورت) جو میخانوں میں اربابِ ہوس کے لیئے عشوہ فروشی کرتا ہے۔ اس کی مسرتیں مادی ہیں اور اسی لئے آلودہ۔ خیام کی شاعری کے مطالعہ سے روح کی ملکوتی قوتیں بیدار نہیں ہوتیں بلکہ ان کی نیند اور بھی گہری ہوتی جاتی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس نے اپنے خیالات و جذبات کا اظہار نہایت بے باکی اور جرأت کے ساتھ کیا ہے۔ حقائقِ عالم پر نہایت بصیرت افروز تنقید ہے مکر و فریب اور ریا کاری کا پردہ نہایت بے دردی سے چاک کر کے رکھ دیا ہے۔ اس کی شاعری میں عبرت و موعظت کے دفتر پنہاں ہیں لیکن افسوس کہ وہ ان بلند مقامات تک نہ پہنچ سکا جہاں شاعر اور پیغمبر ہم رنگ نظر آتے ہیں، زندگی کے آلام و مصائب، تقدیر کی ستم ظریفیاں اور حیاتِ انسانی کی بے ثباتی اس کے خاص مضامین ہیں لیکن ان تمام مشکلات کا حل اس کو صرف جام و مینا میں نظر آیا "ساقیِ حور سرشت" اور "صنمِ لالہ رخ" کو ہی اس نے اپنا مشکل کشا قرار دیا۔ خیام کا مقام ایک حق گو یا منہ پھٹ رند کا مقام ہے اور اس مکر و سالوس کی دنیا میں یہ بھی کچھ کم مقام نہیں، غرض خیام کے فلسفۂ حیات نے آغازِ شباب کے طوفانی جذبات کو اور بھی طوفانی بنا دیا جس کی رو میں گناہ و ثواب کا امتیاز ایک تنکے کی طرح بہ گیا اس دور کا رنگ ذیل کے اقتباسات سے ظاہر ہے :-

حوران بہشت کی تمنّا بے سود ہنگامِ شباب زہد و تقویٰ بے سود
لبریز نشاط ہے گلستانِ بہار یادِ غمِ دوش و فکرِ فردا بے سود

---

ہائے کیا شے ہے بادۂ گل ریز! روح سرمست چشمِ بینا تیز!
مے ہر اک درد کی دوا ہے اثرؔ غم رُبا، جاں فزا، نشاط انگیز!

---

ہے زیرِ نقاب شادمانی آئی کس رنگ میں مرگِ ناگہانی آئی
تاریکی و نور میں نہ کچھ فرق رہا آندھی کی طرح آخر جوانی آئی

---

تاریکی اندوہ ہے باقی ساقی! ہاں بادہ دلفروز ساقی ہاں ساقی!!
یہ رنگ یہ محفلیں رہیں یا نہ رہیں ہے عہدِ شباب اتفاقی ساقی!

---

غرقابِ سکوت ہوں کہ تقریر کروں ممکن نہیں سرتابیٔ تقدیر کروں
تدبیر بھی کرنے پہ ہوں مجبور اثرؔ تقدیر میں لکھا ہے تدبیر کروں

---

کیا رنگِ بہار تیری تدبیر سے ہے کیا بادِ سموم تیری تقصیر سے ہے!
اندیشۂ انجام میں کیوں گھلتا ہے؟ تقدیر سے ہے تمام تقدیر سے ہے!!

انہیں ایام میں مجھے انگریزی ادیب آسکر وائلڈ کی چند تصانیف کے مطالعہ کا اتفاق ہوا اس کے اثرات بھی خیامی اثرات سے بہت ملتے جلتے تھے۔ یہ رنگ میری شاعری پر ایک مدت طاری رہا۔ چنانچہ جب ۱۹۲۸ء کے آغاز میں میری رباعیات کا مجموعہ "جامِ صہبائی" کے نام سے شائع ہوا تو اس کا معنوی انتساب حکیم

موصوف کے نام ایک مختصر اور عقیدت مندانہ نظم کے ذریعہ کیا گیا تھا۔
"جامِ صہبائی" کی اشاعت پر حضرت مولٰنا سید سلیمان ندوی مدظلہ نے میری حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے مجھے مشورہ دیا کہ میں اپنی تمام توجہ رباعی کی طرف مبذول کردوں۔ مولانا ممدوح کے اس مخلصانہ مشورہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد میں رباعیات، غزل اور نظم کی نسبت بہت زیادہ تعداد میں لکھی گئیں۔

اِس کے بعد مجھے مغربی فلسفہ کا زیادہ عمیق مطالعہ کرنے کا موقعہ حاصل ہوا۔ اب مغربی فلسفہ کے ساتھ ساتھ ہندوستانی فلسفہ کا مطالعہ بھی جاری تھا۔ مغربی حکما میں سے برگسان اور ہندوستانی حکما میں سے مہاتما گوتم بدھ اور شنکراچاریہ کے خیالات نے مجھے بالکل مسحور کر دیا اور حق یہ ہے کہ مجھے اپنا فلسفہ حیات مرتب کرنے میں ہندوستانی فلسفہ سے بہت زیادہ مدد ملی۔ شاعری کے بلند ترین مقامات کا احساس بھی مجھے ہندوستانی فلسفہ کے ذریعے ہوا۔ انسانی فطرت کے اسرار اور کمالات مجھ پر روشن ہوگئے اور مجھے اپنا نصب العین خود دریابی اور ضبطِ نفس میں واضح طور پر نظر آنے لگا۔ مادی خوشیوں کا طلسم بہت حد تک ٹوٹ گیا اور میری روح اپنے گہرے خواب سے بیدار ہو کر انگڑائیاں سی لینے لگی۔ اس دور کا رنگ ذیل کی رباعیات سے ظاہر ہوگا۔

نیرنگِ طلسمِ زندگی کو پایا
آلودۂ غم ہر اک خوشی کو پایا
تسکیں ہے اگر تو ذکرِ یزداں میں اثرؔ
سر چشمۂ بےخودی اسی کو پایا

---

اے غرقِ گناہ اے پشیمانِ حیات!
ہے یاس سے چاک چاک دامانِ حیات!
جی کھول کے بختِ بد پہ رو لے اے دل!
ہے گریۂ معصیت میں سامانِ حیات

---

اے کاش فروغِ نور ہو جائے دل — تاریک ہے برقِ طور ہو جائے دل!
یا حسنِ ازل کا آئینہ ہو جائے! — یا ٹوٹ کے چور چور ہو جائے دل!

ممتاز ہے شانِ ارجمندی میری — ہے رشکِ عرش سربلندی میری
سجدہ بھی کیا تو تیرے در پہ یارب! — نازاں ہے بہت نیازمندی میری

اے کاش ہر ایک آنکھ بینا ہو جائے! — ہر سینہ فروغِ برقِ سینا ہو جائے!
لذت کشِ جامِ عشق ہو جائے دل — بیگانۂ ذوقِ جام و مینا ہو جائے!

اگست ۱۹۲۷ء میں میری شادی ہوئی۔ اس واقعہ سے میرے فلسفیانہ نظریات میں کوئی خاص تبدیلی نہ ہوئی۔ البتہ شاعری میں رنگینی اور مستی پہلے کی نسبت بہت زیادہ ہو گئی۔ انسانی محبت کے پاکیزہ ترین جذبات سے روشناس ہو گیا۔ اس دور کی یادگار میری وہ جذباتی شاعری ہے جس میں مناظرِ فطرت کے معصوم جلوے جھلک رہے ہیں اور محبت عالمِ بیخودی میں سانس لے رہی ہے۔ اگرچہ اس واقعہ کا آغاز اتنا انقلاب انگیز نہ تھا لیکن اس کا انجام میری زندگی اور میری شاعری کا اہم ترین سانحہ بن گیا۔ "راحت" مرحومہ کی موت نے میری زندگی اور میری شاعری کا ایک نیا ورق الٹا اگر میری شاعری کے دو مختلف دور قائم کیے جائیں تو "راحت" کی موت ان کی حدِ فاصل ہو گی۔ مرحومہ کی موت سے دنیا کی بے ثباتی ہمیشہ کیلئے دل پر ثبت ہو گئی۔ قلب و جگر پاش پاش اور دماغی قوے معطل ہو گئے میرے سینے کے زخموں کا خون آنکھوں سے جاری ہو گیا۔ میں نے چاہا کہ اس کو موت کی تاریک دنیا سے کھینچکر دوبارہ زندہ کر دوں۔ آہ اس کے جسم کو زندہ کرنا میرے بس

کی بات نہ تھی اس لئے میں نے اس کی یاد کو اپنے دردانگیز نغموں میں محفوظ کرلیا۔ ان ایام میں میر مغفور کے کلام کا اکثر مطالعہ رہتا تھا۔ چنانچہ "راحت کدہ" میں میر کے اثرات نمایاں ہیں۔ راحت کی وفات کی تاریخ ۱۳ مئی ۱۹۳۱ء ہے۔

امتداد زمانہ کے ساتھ جب رنج وغم کی شدت کچھ کم ہوئی تو عقل اور دماغ نے ہوش سنبھالا۔ یہی وہ دور ہے جس میں میں نے موت وحیات، فنا وبقا اور عدم و وجود کے مسائل پر فلسفیانہ انداز میں غور کیا۔ اگرچہ اب بھی "راحت" کی موت میرے تمام تخیلات وجذبات کی محرک تھی۔ لیکن موضوع نے کائناتی وسعت اختیار کرلی۔ اب صفحۂ قرطاس پر میرے قلب وجگر کے زخموں کا خون نہ تھا بلکہ موت و حیات کی حقیقت کا عمیق مطالعہ تھا۔ انقلابات وحوادثاتِ عالم پر ایک مفکرانہ نگاہ تھی، عقل اور جذبات آپس میں ہم آغوش تھے۔ اب میرے اپنے مصائب کا تذکرہ نہ تھا بلکہ عام انسان کی مجبوری اور بے چارگی کی المناک داستان تھی۔ "راحت" کی موت کا ذکر نہ تھا بلکہ اس موت کا ذکر تھا جو ازل سے ایک دبیز، سیاہ اور خوفناک پردے کی طرح آویزاں ہے جس کا خوف ابتدائے آفرینش سے انسان کے دل کو لرزا رہا ہے۔ جس کے اسرار آج تک سربستہ ہیں جس نے لاتعداد انسانوں کے قلب وجگر کو اپنے بے رحم تیروں سے چھید ڈالا جس کی بے محابا یورشوں سے اولادِ آدم کی آنکھوں سے آنسوؤں کے کتنے ہی سمندر بہہ نکلے۔ اس دور کی شاعری میں ایک خوف آمیز "تحیر" ایک یاس انگیز پریشانی اور ایک دردناک نالہ ہے۔

رازِ عدم و وجود پایا نہ گیا | یہ پردۂ مرگ وزیست اٹھایا نہ گیا
انکار بھی ہو سکا نہ مجھ سے ہمدم | ایماں بھی مگر خدا پہ لایا نہ گیا

---

اس خوابِ پُرآشوب کی تعبیر نہ پوچھ | اک حرفِ غلط ہے اس کی تفسیر نہ پوچھ

افسانۂ منصور بھی تجھے یاد نہیں! اسرارِ خدا و روح و تقدیر نہ پوچھ

دل خون ہوا ہے رنج سہتے سہتے آنسو دریا ہوئے ہیں بہتے بہتے
تاریکیٔ شب یونہی رہے گی ہمدم سو جائیں گے ہم فسانہ کہتے کہتے

گل چوم کے واہ واہ کی ہے میں نے کانٹا چبھنے پر آہ کی ہے میں نے
رویا ہنس ہنس کے اور ہنسا رو رو کر یوں ختم شبِ سیاہ کی ہے میں نے

اک بحرِ پُر آشوب ہے ساحل کے بغیر دیوانۂ مضطرب سلاسل کے بغیر
کیا کہیئے یہ کائنات کیا ہے اے شاد اک قافلۂ برق رو ہے منزل کے بغیر

اس عالمگیر فنا پر غور کرتے ہوئے میں نے سوچا کہ آخر "بقا" کس چیز کو ہے! ہر ایک شے کی ایک میعاد ہے اور اس کے بعد فنا کی تاریکی۔ انسانی تاریخ میں کیسے کیسے اربابِ کمال پیدا ہوئے۔ کیسے کیسے حسن و جمال کے روح افزو مظاہر اس تاریک دنیا کو روشن کرتے رہے۔ کیسے کیسے عقل و دانش کے پیکر معرضِ وجود میں آئے کیسے کیسے شہنشاہانِ جبروت کش اس خاک سے سربلند ہوئے اور پھر کیسے کیسے حق پرست اولیا اور انبیا نے اس کرۂ زمہریر کو اپنی مسیحا نفسی سے گرمایا۔ لیکن ہر ایک اپنے اپنے مقرر وقت پر موت کے تاریک پردے کو چھوتا ہوا عدم کی سرحدوں میں داخل ہو گیا اور پھر واپس نہ آسکا اُن کے اجسام ذرّوں میں تبدیل ہو گئے' ایسے ذروں میں جن کی پہچان اب انسانی نگاہ کے لئے ناممکن ہے۔ لیکن اربابِ حق و صداقت کی یاد آج تک زندہ ہے۔ کروڑوں انسان آج بھی اُن کے ذکر پر جذبۂ احترام سے اپنی گردنیں جھکا دیتے ہیں۔ کروڑوں فرزندانِ آدم آج بھی ان کی

عزّت وحرمت پر اپنے خون کا آخری قطرہ بہا دینے کے لئے طیار ہیں، وہ زندہ ہیں اور زندہ جاوید ہیں "وقت" کے سمندر کی موجیں سیلاب فنا بن کر عجیب محشر برپا کر رہی ہیں ان کے نام فولاد سے زیادہ مضبوط چٹان کی طرح قائم و دائم ہیں فطرت نے اُن کے نام اس قلم سے لکھے جس سے لوح محفوظ کے نقوش تیار ہوتے ہیں۔ اور روشنائی نے لئے اُس کے ایک ایک ستارے سے اس کی روشن ترین شعاعیں حاصل کیں، سورج سے زندگی بخش حرارت کا جوہر لے لیا، چاند سے اُس کی رنگین ترین کرنیں بہم پہنچائیں، گوہر سے چمک اور بہار کی صبح سے اس کا سارا تبسم چھین لیا وہ زندہ ہیں اور اُن کی غیر فانی روحیں موت کی ناکامی پر متبسم ہیں۔

میں نے سوچا کہ ان غیر فانی انسانوں کا کیا مابہ الامتیاز تھا جس کی قوت سے انہوں نے "فنا" کو سرنگوں کر دیا معلوم ہوا کہ ان مبارک ہستیوں نے اپنی زندگیاں حق جوئی حق گوئی اور حق پرستی میں صرف کر دی تھیں۔ ان کے خاکی پیکروں میں محبّت کے لازوال آفتاب چمک رہے تھے۔ ان کی رگوں میں ابدی زندگی کا خون موجزن تھا۔ وہ نیکی کے نور میں ملبوس تھے حُسن، حق اور نیکی ازلی اور ابدی ہیں۔ فنا کے جھونکے ان قندیلوں کو بجھانے کے لئے ابد تک ترستے رہیں گے۔

انہیں ایّام میں مجھے مہاتما گاندھی کی آپ بیتی پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اس کے ساتھ ہی کونٹ ٹالسٹائی کے سوانح حیات بھی نظر سے گزرے۔ مجھے اس امر کا نہایت مسرت کے ساتھ اعتراف ہے کہ ان دونوں کتابوں اور شخصیتوں کا میرے افکار و کردار پر نہایت صالح اثر پڑا۔ اس دور کا رنگ یہ تھا۔

ہنگامۂ روح وجاں ہے حق کی مستی　　سیلِ بہم بے کراں ہے حق کی مستی
گو تلخ تریں ہے حق کی مے اے ہمدم! خوش باش کہ جاوداں ہے حق کی مستی

حق آشنا و حق آگاہ و حق پرست ہوں میں — کہ ایک میکش خمخانۂ الست ہوں میں
وہ رند ہوں کہ رہا بے نیاز بادہ و جام — نثار جس پہ ہوں سو میکدے وہ مست ہوں میں

ہر شے ہے فنا پذیر جز جلوۂ حق — ہر نغمہ ہے شورِ خام جز نغمۂ حق
ہر کیف و سرور کا ہے انجام خمار — بے رنج و غمِ خمار ہے بادۂ حق

لب پر ترے نعرۂ صدائے حق ہو — ہر قول و عمل ترا برائے حق ہو
باطل ہے یہ میخانۂ اسباب مجاز — اے دوست تو بندۂ خدائے حق ہو

ساتھی جھوٹے ہیں سب کے سب حق کے سوا — ہوتا ہے کسی کا کوئی کب حق کے سوا
اے دوست نہ چھوڑنا کبھی دامن حق — ہر چیز ہے بے ثبات جب حق کے سوا

میں اس سے قبل عرض کر چکا ہوں کہ اقبال کے کلام کے ساتھ مجھے بچپن سے ہی لگاؤ رہا ہے۔ متذکرہ بالا محرکات کے ساتھ ساتھ اقبال کا اثر بھی جاری تھا۔ لیکن اس کے اثرات میری شاعری میں اتنے نمایاں نہ تھے۔ اب پھر میں نے اس کی ایک ایک کتاب کو حرف بحرف پڑھنا شروع کیا اور اس کی نظم کی کتابوں کے علاوہ اس کے چھ انگریزی لیکچروں کا بھی عمیق مطالعہ کیا اب جبکہ مغربی فلسفہ بھی میرے پیش نظر تھا۔ اقبال کا فلسفۂ حیات سمجھنے میں مجھے زیادہ آسانی ہوگئی۔ برگساں کے مطالعہ سے اقبال کے نظریاتِ شاعری زیادہ روشن ہوتے تھے۔ اور اقبال کے مطالعہ سے برگساں کا فلسفہ زیادہ واضح ہوتا تھا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اقبال کی شاعری مشرقی حکما اور شعرا سے بھی متاثر ہوئی ہے لیکن اقبال نے اپنا فلسفۂ حیات مرتب کرنے میں برگساں اور نیٹشے کے بہت

سے اثرات قبول کئے ہیں۔

اقبال کے خاکی پیکر کے اندر جذبات کا ایک بحرِ ذخار موجزن ہے۔ اس کے فلک پیما تخیل کی کمند کائنات کے گوشے گوشے پر پھیلی ہوئی ہے۔ زندگی کے اسرار اس کی چشمِ بصیرت پر روشن ہیں اس کی شاعری آفتابِ بہار کی طرح سرچشمۂ حیات ہے۔ وہ ہمارے انتہائی شریفانہ جذبات کو بیدار کرتا ہے۔ ہماری روحوں کے لئے حیاتِ ابدی کا ایک پیغام ہے۔ وہ درماندہ اور افسردہ دلوں میں برقِ عمل دوڑا دوڑا کر ان کو کشاکشِ زندگی کے لئے تیار کرتا ہے۔ وہ افراد کو ان کی اولوالعزمانہ عظمت سے آگاہ کرتا ہے اور اقوام کو آزادی کی حرارت سے گرماتا ہے۔ اقبال کی شاعری رزمگاہِ ہستی میں ایک نعرۂ مردانہ ہے۔ اس کے سینے میں خالدؓ اور طارقؒ کی روحیں بے چین ہیں۔ اس کا مطمحِ نظر شوکتِ سنجر اور فقرِ بایزید بسطامی ہے۔ وہ حکومتِ الٰہی کو قائم کرنا چاہتا ہے۔ وہ حکومت جہاں حق وصداقت کا بول بالا ہو، جہاں مزدور کی گردن سرمایہ دار کے آہنی پنجہ سے آزاد ہو۔ جہاں افراد اپنی اپنی روحانی نشو و نما میں آزادی کے ساتھ مصروف ہوں اور جہاں دنیا مجموعی طور پر اپنی ملکوتی قوتوں کے بروئے کار لانے میں سرگرم ہو۔

اقبال کی شاعری کے کئی پہلو ہیں جن میں سے دو نہایت واضح اور جامع ہیں۔ اس کی شاعری کے ایک پہلو میں حیاتِ اجتماعی کا فلسفہ ہے یہ اسلام کے عروج و زوال کی ایک خونچکاں داستان ہے۔ لیکن اس کی شاعری کا یہ حصہ ان عالمگیر حقائق و معارف کا حامل ہے جن میں ہمیں قوموں کے عروج و زوال کے حقیقی اسباب نظر آتے ہیں۔ فلسفۂ اقوام کو واضح کرنے کے لئے اقبال نے اس قوم کو مثال کے طور پر لیا ہے جس کا وہ خود بھی ایک فرد ہے۔ ظاہر ہے کہ اقبال کا یہ انتخاب نہایت ہی مناسب اور صحیح ہے۔ اقبال کی یہ شاعری جس

درد و خلوص، سوز و گداز اور جوش و خروش سے معمور ہے وہ صرف اسی صورت میں ممکن تھا کہ وہ اپنی ہی قوم کی تاریخ کو اپنی شاعری کا موضوع قرار دے۔ اس لئے اگرچہ اس کی یہ شاعری صرف اسلام اور مسلمانوں کے لئے وقف ہے تاہم یہ اس لحاظ سے کائناتی اور عالمگیر ہے کہ ہر ملک و قوم اور ہر زمانہ کے ارباب بصیرت کے لئے اس میں عبرت و موعظت کے دفتر پنہاں ہیں۔

اقبال کی شاعری کا دوسرا پہلو انفرادی اور کائناتی حیات ہے۔ اس کا موضوع صرف حیاتِ انسانی ہی نہیں بلکہ وہ زندگی ہے جو کائنات کے پیکر کے اندر ایک بے قرار موج کی طرح تڑپ رہی ہے۔ یہ دونوں موضوع ازلی اور ابدی ہیں اور حق یہ ہے کہ اقبال نے اس رنگ میں اپنے شاعرانہ کمالات بہت زیادہ خوبی کے ساتھ دکھلائے ہیں۔ خود دریابی، لذتِ پیکار، انسانی الوہیت، حیاتِ جاوید، معرکۂ حق و باطل، فلسفۂ خیر و شر، جبر و قدر، مردِ حق اور حکومتِ الٰہی کے مضامین کا نہایت پر زور، موثر، عمیق اور بصیرت افروز بیان ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ مضامین اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل نئے نہیں۔ لیکن ازلی اور ابدی چیزوں کو نیا یا پرانا کہنا ہی مہمل ہے۔ یہ مضامین وقت اور مقام کی قید سے بالا ہیں۔ ہر زمانہ اور ہر ملک میں اربابِ فکر کی توجہ کا مرکز رہے ہیں اور رہیں گے۔ اقبال کا طغرائے امتیاز یہ ہے کہ اس نے ان تمام مسائل کو انتہائی دلکش اور موثر انداز سے پیش کیا ہے۔

اقبال کی شاعری کے دوسرے پہلو کے اثرات میری شاعری میں بہت نمایاں ہیں۔ اگرچہ میرے ان تصورات کے اور بھی مآخذ ہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ ان تصورات و تاثرات کا مرکزی ماخذ اقبال ہی ہے۔ ذیل کی رباعیات میں اقبال کے اثرات ظاہر ہیں۔

اے حاصلِ دہر! تجھ کو حاصل کی تلاش — اے برلبِ ساحل! تجھے ساحل کی تلاش
تو خضر بھی منزل بھی رہِ منزل بھی — رہبر کی تلاش کر نہ منزل کی تلاش

---

جب ہمّت اہلِ دل سنبھل جاتی ہے — تقدیر سے تدبیر کی چل جاتی ہے
گر صدقِ طلب ہو اور شمشیرِ عمل — تقدیر بھی اے دوست بدل جاتی ہے

---

مردانِ خود آشنا ہیں ممتاز و بلند — پھیلی ہوئی دو جہاں پہ ہے ان کی کمند
ظاہر میں ہیں مشتِ خاک باطن میں ہیں نور — ذرّوں میں ہیں تجلّیوں کے خورشید ہیں بند

---

کچھ حق سے جُدا نہیں ہیں مردانِ خُدا — مجبورِ فنا نہیں ہیں مردانِ خُدا
لاریب خدا کے دست و بازو ہیں یہی — ہر چند خُدا نہیں ہیں مردانِ خُدا

---

ملتا ہے یہ درد آشنا بن بن کر — غمہائے حیات کی دوا بن بن کر
ابلیسِ لعین کا اثر کیا کہیے! — آتا ہے یہی کبھی خُدا بن بن کر

---

ہے خونِ جگر سے لالہ رو جلوۂ عشق — ہے دار و رسن بدوش ہنگامۂ عشق
عصیاں سے بہت بلند نیکی ہے مگر — نیکی سے بہت بلند ہے رتبۂ عشق

---

سرمایۂ افتخارِ آدم ہے یہی — جبریل بھی ہے اسمِ اعظم ہے یہی
ہے تیرے مقدر میں غمِ عشق اگر — خوش باش! کہ حاصلِ دو عالم ہے یہی

ہو نے دے دل و جگر کا خوں ہونے دے
افلاک کی یورشیں فزوں ہونے دے
کٹتا ہے جو سر نیزہ انا کٹ جائے
یہ حق کا علم نہ سرنگوں ہونے دے!

ہم حق کے لئے ہیں خوں بہانے والے
ہم اپنے ہی خوں میں ہیں نہانے والے
ہم موت و حیات سے ہیں بالا ای دوست
ہم پرچم حق کے ہیں اٹھانے والے

ہے پیکرِ نور ابنِ آدم اب بھی
ہے بزم جہاں میں سب سے اعظم اب بھی
کونین ہوں اب بھی اس کے قدموں پہ نثار
ہو جائے اگر یہ حق کا محرم اب بھی

غالباً ۱۹۱۸ء کی بہار کی ایک شام تھی کہ سیر کے وقت ایک دوست کے پاس "گیتا نجلی" کا اردو ترجمہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس سے قبل میں ٹیگور کے نام سے آشنا نہ تھا۔ کتاب کے آغاز میں ٹیگور کی ایک تصویر تھی جس نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ وہ تصویر عمیق غور و فکر، والہانہ عبودیت، اور لطیف نغمہ شوق و محبت کا مرقع تھی۔ ٹیگور کی شاعری کو اگر خطوط و رنگ کے ذریعے بیان کرنا چاہیں تو اس تصویر سے زیادہ موثر اور مبین مرقع طیار نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد میں نے ٹیگور کی بہت سی تصانیف کا مطالعہ کیا۔ اور "گیتا نجلی" اور "باغبان" سے تو مجھے بے حد شغف رہا۔ ان دونوں کتابوں کو مختلف اوقات میں کم و بیش پانچ چھ مرتبہ پڑھا ہوگا اور ہر بار اُن کے مطالعہ سے لذت اندوز ہوتا رہا۔

ٹیگور مسائل کا تجزیہ نہیں کرتا۔ خُدا اور انسان کے تعلقات پر فلسفیانہ نظریے پیش نہیں کرتا۔ خیر و شر اور جبر و قدر کی گتھیوں کو سلجھانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ وہ فطرت کے حسین اور معصوم جلووں کی آغوش میں بیٹھ کر شوق و محبت کے روح افروز نغمے چھیڑتا ہے اور امن و راحت اور حسن و عشق کی ایک

دنیا آباد کرتا ہے۔ اس کی دنیا صبح کے لطیف تبسم، پھولوں کی مدہوش نکہت، بادِ نسیم کے رقصِ مسرت، آبشاروں اور جوئباروں کے وجد انگیز ترنم، شفق کی نظر افروز رنگینی اور رات کے پُرکیف سکوت سے مرکب ہے۔ موسیقی لطافت اور پاکیزگی شاعری کے جوہر ہیں۔ اس کے کلام میں عالمگیر محبت عالمِ وجد میں رقص کر رہی ہے۔ روح اس کی لطیف موسیقی کے جھولوں میں جھولتی ہے۔

ٹیگور کی یہ جملہ خصوصیتیں میری شاعری پر بہت حد تک اثر انداز ہوئیں۔ مناظرِ فطرت سے لذت اندوزی، عالمگیر محبت کا جذبہ، ذوقِ وجد و مستی اور الہامی شوق و عبودیت کے مضامین میں ٹیگور کے اثرات جھلک رہے ہیں:

ہنگامۂ فصلِ گل ہے ہنگامۂ رنگ — ہے بربطِ رنگ سے رواں نغمۂ رنگ
میخانۂ رنگ ہے گلستانِ جہاں — گل ساغرِ رنگ ہے صبا بادۂ رنگ

---

فطرت کا رباب ہوگیا ہے خاموش — نغموں سے مگر ابھی فضا ہے مدہوش
الہام کی کیفیت ہے طاری دل پر — خاموشیِ شام ہے کہ پیغامِ سروش

---

جب آئینۂ دل کا روبرو ہوتا ہے — جلوہ تیرا ہی ہو بہو ہوتا ہے
یوں غرقِ مئے جمال ہو جاتا ہوں — میں ہوتا کہاں ہوں، تو ہی تو ہوتا ہے

---

یارب! مجھے رشکِ طور کر دے، کر دے!! — سینے میں فروغِ نور بھر دے، بھر دے!!
ہو جاؤں میں سجدہ گاہِ بزمِ امکاں — سجدے کو مجھے تو اپنا در دے، در دے!!

اِک بحرِ سرور و نور ہے بادۂ عشق
بیگانۂ دو جہاں ہے دلدادۂ عشق
ہر چند ہے دو جہاں سے خوشتر لیکن
دشوار تریں ہے اے آنزجا دۂ عشق

---

وہ مے ہو کہ دردِ عشق افزوں ہو جائے!
وہ نغمۂ شوق ہو کہ دل خوں ہو جائے!
ہے تیرہ و تار میری ہستی اے دوست!
تیرے رُخِ آتشیں سے گلگوں ہو جائے!

---

اِک مستی و بیخودی ہے، اک کیف و سُرور
اِک جلوۂ نغمہ زا ہے اِک نغمۂ نور
کس عالمِ بے مثال میں ہوں یارب!
ہستی سے بھی ہوں پرے عدم سے بھی ہوں دور

---

ہے صبحِ ازل کی گلفشانی تجھ سے!
ہے شامِ ابد کی نغمہ خوانی تجھ سے!
تیرا ہی ازل ہے اور تیرا ہی ابد
ہے بحرِ وجود کی روانی تجھ سے!

---

اے دوست میں جب بھی ہوش میں آتا ہوں
آغوش تری سے دور ہو جاتا ہوں
اُس کیف و سرور پر ہوں سو ہوش نثار
جس کیف و سرور میں تجھے پاتا ہوں

گذشتہ اوراق میں صرف چند مرکزی محرکات کا تذکرہ کیا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ بالا کتابوں اور شخصیتوں کے علاوہ اور بہت سی کتابیں اور شخصیتیں بھی میری زندگی اور شاعری پر اثر انداز ہوئی ہیں۔ لیکن ان کی تفصیل نہ ضروری ہے اور نہ اس کے لیئے یہاں گنجائش ہے۔ بہرکیف اس مختصر تذکرہ سے اتنا یقیناً واضح ہو گیا ہوگا کہ میری شاعری کی ابتدا خیامؔ کے رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی، بعد میں راحتؔ کی موت گاندھی اور ٹالسٹائے کے مطالعہ اور اقبال اور ٹیگور کے زیرِ اثر میری شاعری نے ایک نئی کروٹ لی۔ میری رائے میں شاعری

کا مقصد تزکیۂ نفس ہے۔ بلند ترین شاعری وہ شاعری ہے جو ہماری ملکوتی قوتوں کو بیدار کرتی ہے اور ہمیں الوہیت کے مقام کے قریب تر لے جاتی ہے۔ یہی وہ شاعری ہے جس کو جزو پیغمبری کہا گیا ہے اور یہی وہ شاعر ہے جس کا مقام صرف پیغمبر کے بعد ہے۔ گزشتہ صفحات میں خیّام کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے میں نے "ذکرِ الٰہی" کے الفاظ استعمال کئے تھے۔ "ذکرِ الٰہی" کی باطنی صورت وہ وجد و مستی ہے جو فرد کو روحِ کائنات سے ہم آغوش کرتی ہے۔ یعنی فرد اپنے وجود پر احکامِ الٰہی کو اس طرح جاری کرتا ہے اور حق میں اس طرح جذب ہو جاتا ہے کہ اس کے لبوں پر نعرۂ "انا الحق" ہی "انا الحق" جاری رہتا ہے۔ "ذکرِ الٰہی" کی خارجی صورت "حکومتِ الٰہی" کا قیام ہے۔ "حکومتِ الٰہی" سے دنیا کا وہ نظام مراد ہے جو احکامِ الٰہی یعنی حق و صداقت اور عشق و محبت پر مبنی ہو۔ "ذکرِ الٰہی" کی باطنی دنیا آباد کرنے میں شاعر پیغمبر کا شریکِ کار ہے اور شاعر کی عظمت اتنی ہی زیادہ ہے جتنا وہ پیغمبر کے مقام کے قریب ہوتا ہے۔ "ذکرِ الٰہی" کی خارجی صورت یعنی حکومتِ الٰہی کا قیام صرف پیغمبر کا کام ہے۔ پیغمبر میں "ذکرِ الٰہی" کی دونوں صورتیں انتہائی حسن و جمال اور اعتدال کے ساتھ یکجا ہو جاتی ہیں۔ اس کی روح جذبۂ شوق و مستی کا ایک بحرِ بیکراں ہے اور اس کا بازو باطل کے لئے تیغِ اجل بن کر اٹھتا ہے "مردِ حق" یا "انسانِ کامل" کا تصور "ذکرِ الٰہی" کے دونوں پہلوؤں کو یکجا کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور ان دونوں پہلوؤں کا یکجا ہو جانا جہاں انسانیت کا آخری معراجِ کمال ہے وہیں نہایت ہی عسیر الحصول بھی ہے۔ حکومتِ الٰہی کے قیام کے بغیر روحانی کمالات کا مقام محض رہبانیت کا مقام ہے اور جذبۂ حق و صداقت اور عشق و محبت کے بغیر ہر ایک نظامِ حکومت محض ملوکیت، کشور کشائی بلکہ رہزنی اور قزاقی ہے۔

پس ہمارے نزدیک وہی بہترین ادب ہے جو انسانوں کو جذبۂ حق پرستی سے سرشار کر دے اور وہی بہترین انسان ہے جو نظامِ عالم میں احکامِ الٰہی کو جاری کرنے کی کوشش کرے۔ بہترین شاعری وہی شاعری ہے جو ہماری روحوں کو اس وجد و مستی سے آباد کر دے جس میں ہم حسنِ ازل سے ہم آغوش ہو جائیں جو ہمیں اس مقام پر پہنچا دے جہاں قطرہ سمندر میں مل کر سمندر کی غیر محدود وسعت اختیار کر لیتا ہے اور جہاں ذرّہ سورج میں جذب ہو کر خود بھی سورج بن جاتا ہے یہی ہے وہ مقام جس کو اسلامی تصوف میں فنا فی اللہ اور مہاتما گوتم بدھ کی اصطلاح میں "نروان" کہتے ہیں۔

اثر صہبائی

ڈسکہ۔ ۱۵ر جنوری ۱۹۳۷ء

... پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام کرامت علی منیجر چھپا۔ اور شیخ عنایت اللہ منیجر تاج کمپنی لمیٹڈ ریلوے روڈ لاہور نے شائع کیا۔

# بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)

سرخوشی سے حوادث کا ملال ہے کیا

بادہ سے مرے لطف تیز ہے کیا

وہ زندہ دل ور ہر ابھی لے کے صہبا پی

سر بھی مرے لب سے تشنہ لب ہے

(۲)

پیار اپنی بھی کچھ کیجیے نا ہوگا
کہا ہے کر کے اسے دل میں نا ہوگا
لیکن یہ سوال ہے ابھی باقی ہے
کیا ہو گیا مجھ کو کچھ اچھا نا ہوگا

(۳)

کہیں سلامت دیدہ و دل کو چھوڑا
وا عطر کو بدن کو بچھوڑا
افکار تیرا نہ زاد و بود
بہتی ال خانہ نہ کو چھوڑا

(٤)

بنیاد ہے طلسم رنگیں کا گویا

آلودۂ غم ہے نقشی کا گویا

ہستی ہے آگر دل زنداں میں آتا

جینا ہے نمودی اسی کا گویا

---

(٥)

لذت ہے کشش کا میرے شادمانی ہو جانا

بیگانہ ہے راحت سے ہراسانی ہو جانا

ہستی عشق کا جاودانی ہے آتا

پیکر ہے عشق جاودانی ہو جانا

(۶)

کیا کیا نہ کیا اور ہم سے کیا کیا نہ ہوا!
پیالی ہے کہ تشنگی سے بس نہ ہوا
ہر چند کہ فن بہت ہوا پیچ سوچے
افسوس کہ آہ ایسا ہوا ایسا نہ ہوا

---

(۷)

تو ایسی کی جو ہم سے آشنا سا نہ ہوا
ہر شیئے میں بیگانہ ہوا
بیگانہ ہیں جسے کہ تنہا ہوا دل کیو
پیچیدہ ہیں کچھ ہیں بیچ
افسوس کہ آنکھ میں تماشا نہ ہوا

(٨)

آزاد طلسمِ رنگ و بو ہی نہ ہوا
بیتاب جہاں کا آرزو ہی نہ ہوا
دنیا سے عبث ہے یہ شکایت تجھ کو
افسوس کہ اپنا دوست تو ہی نہ ہوا

---

(٩)

ناکامیِ زندگی سے ڈرتا گیا
ہنگامۂ ہستی سے وہ گھبراتا گیا
زندہ ہے اگرچہ ہستی یوں جیتا گیا
پیوست ہے بیشتر ہی مرتا گیا

(۱۰)

اے شعلۂ برق آں شمع محفل ہو جا
فارغ ہے کہ تا بکی طالب ہو جا
دل جانا ہے کہ تشنۂ اندیکانی رہ جائے
خاشاک ہے جو کہ تجھے کے دل ہو جا

(۱۱)

اب تاب نہیں کہ جو کا حاصل نہ ملا
بیہودہ ہوں گرفتار ان منزل نہ ملا
وہ دیا اے بھی ہے بار ہے کہ تیرا دل
یہ جیسے زندگی کا ساحل نہ ملا

(۱۲)

باقی نہیں کچھ بھی داغ حسرت کے سوا

کیا حاصل زیست ہے بجز خجالت کے سوا!

اٹھا اٹھا کے وفور سے ہزار دل طوفاں

اب کچھ نہیں رہ گیا ندامت کے سوا

---

(۱۳)

اے غرق گناہ! اے پشیمان حیات

ہے یاس سے چاک چاک دامان حیات

جب بھول سے کچھ بنتا نہیں رو لے ابدال

ہے گریۂ معصیت میں سامان حیات

(۱۴)

حوران بهشت کسی نیست بی سودا
بیگانه ز شراب زاهد و تقوی بی سودا
لب [illegible] ساقی لبان بیار
یادم [illegible] عشق و فن کز زود بی سود

(۱۵)

در دور سپهر بیشتر گروه بی افتد
ای [illegible] لب جام گر ما باید زیرا
بیش از ایشان نگاه نیز می باید
کهن زچه زاده باید زیرا

(۱۶)

ای همه مستی ز مستیت کس بلاکش
ای [illegible] ساحل [illegible] ساحل کس بلاکش
ای [illegible] زیبا [illegible] بی
بی [illegible] کس بلاکش

(۱۷)

ای کاشکی از فرقت بسوجای دلان
یا آیت [illegible] بی طور بسوجای دلان
بحسن ازل [illegible] بسوجای
یا [illegible] بسوجای دلان

(١٨)

بیچیده بحسن دوری کامرانی مشکل
با تیره بکام زجر خوانی مشکل
بیگانه بمن از عشق هستی آمد
انجام بمن از زندگانی مشکل

(١٩)

[illegible] بین بجز مستی بعد ازین
جز کاسه خمار بی وجود مستی بعد ازین
[illegible] جمال جاودان بعد ازین
صهبای [illegible] نیستی بعد ازین

(۳۰)

ہنگامِ شباب غرقِ عصیاں ہیں
پیری میں رہینِ دردِ ہجراں ہیں
پیدا ہی نہ ہوتے کاش کی ہاں یادِ گاں
مستاں ہیں کبھی کبھی پشیماں ہیں

---

(۳۱)

مے نوشِ گلستاں جوانی میں ہیں
یا رب بلا کے ناگہاں ثانی میں ہیں
مستانہ طرب یا بہ عیشِ دہر
انجامِ مزا زندگانی میں ہیں

(۴۲)

[illegible] کسی [illegible] تو کیوں
[illegible] نہیں [illegible] تو کیوں
[illegible] بھی [illegible] پھول [illegible]
[illegible] تو کیوں

(۴۳)

بے قدری کا [illegible] سماں سمجھا ہوں
دنیا کو طرب زار سمجھتا ہوں
طوفاں کا [illegible] ہے کہ طوفان [illegible]
ہیں پھول کہ [illegible] سمجھا ہوں

٢٤

بیگانهٔ عقل و دین پیش [illegible] بودن
طوفان [illegible] پیش [illegible] بودن
تقدیر [illegible] آسمان بودن [illegible]
جب [illegible] بودن [illegible] پیش [illegible] بودن

---

(٢٥)

بیگانه [illegible] کهستان [illegible]
[illegible] عالم [illegible] [illegible]
فطرت [illegible] [illegible]
[illegible]

(۲۶)

ہر جنبش مسلسل میں مکافات بھی ہیں
بے وجہ تسلسل وقائع حالات بھی ہیں
ہے ہمت پیری بھی عزیمت بھی ارادت
دنیا میں مگر کچھ اتفاقات بھی ہیں

---

(۲۷)

کس سعی کا امر جس کا حاصل ہی نہیں
کس جادہ پہ رہرو شناس منزل ہی نہیں
کس خانے پہ ہے اب تمنائے سکوں
اس بحر حیات کا تو ساحل ہی نہیں

(۲۸)

پھولوں میں سمجھی اسے عیاں تا بکجا
دل میں بھی سمجھی نہاں تا بکجا
سب عقل و نگاہ سے ہے بیرون وجود
سب دیکھتا ہوں اسے کہاں تا بکجا

---

(۲۹)

الطاف کے دریا ہیں ترے ہر جا
ہے ساز طرب ہیں سوز ترے ہر جا
میخانہ و دیر میں ترے آباداں
جا ہے کعبہ آلودہ ترا ہر جا

۱۲

کہ زندگی کا تیرا دنیا ہی میں بھاری
سس کہیں ہمت لگا کے بھاری اتنا
ہاں دونو میں بھی حیوری ہے
ہم گھسکا سے اتر جوانی بھاری

(۱۳)

ہم دونوں میں جیسی اچھی
ہم شام و سحر سے تیسی اچھی
بیکل کے جیب ان کی شراب
ہم دونوں جوانی کی مستی اچھی

(۳۲)

گر نقطۂ موہوم ہے ہستی تیری
لیکن ہے عجیب جنس ہستی میری
چھوڑا ہے جنوں از قید ہستی نے آزاد
جاں ہے کہیں بیتی ہستی میری

(۳۳)

کیا رنگ بہار تیری بیدردی
کیا یاد بہ موسم تیری فصل بہاری
اندیشہ اسی کا ہے کہیں کھل جائے
تقدیر ہے سب نام الف تیری

(۳۴)

مستانه که شبان از جنبری می‌پری
جان روح قدس عرش برین لینکی پری
ای چهره هی کتاب ... که دید یاری
یاران که بست بیان بزم بندی پری

---

(۳۵)

آمد که بهار پیش سامان آمد
میخانه بدوش و گل بدامان آمد
گر کیف نشاط که جهان پیدا ی
با عیش و بربطان از وصال آمد

(۳۳)

صہبائے الست کی ہے مستی ماری

مےخانۂ جاوداں سے ہے مستی جاری

مجھ کو بھی دکھا دے یہ یہیں ابر دامن

ہے میرا بھی جوہر تن اے مستی ماری

---

(۳۴)

ہم دو دنی کی ہوس سے جو دیوانے بنے

کیا چارہ گر آگہی ہو تیری کا سامان بنے

ہر چیز بیان ان در سے ان ہیں آئے

کیا کیجئے جب سب کہیں بھی آئینہ بنے

(۳۸)

رنگیں ہے جسم و سایہ کی ہستی میری
وہ مست ہوں جاوداں ہے مستی میری
معجز سے ترے عقل ہے حیراں سی مری
میخانۂ رنگ و بو ہے ہستی میری

(۳۹)

اے کاش ادا ہے یہ کبھی عینا ہوتا
یہ سینہ فروغ برق سے سینا ہوتا
لذت کش بادۂ عشق ہو جاتا دل
بیگانۂ ذوق بادہ و مینا ہوتا

(۴۰)

یہ وقت نہیں ہے کہ مسیحا بھی چلے آئے
کیوں وقتِ قضا ہے کوئی قاتل بھی چلے آئے
ہنگامہ یہی ہے یہیں جلوہ نما ہے تا ازل
زنہار عجب ہے یہیں پیکا بھی چلے آئے

---

(۴۱)

میخانہ بدوش فصلِ گل آتی ہے
غم ہے کہ رنگ کی خزاں لاتی ہے
یہ دوستی کی یہ ہے مستی کا اثر
ہر دوستی کی یہیں زندگی گزر جاتی ہے

(۳۲)

بے ذوقِ سخن بیکرانی ہے
سراپا لطف و شادمانی ہے
تقدیر کا اک اثر ہے لیکن نامعلوم
بے جان ہے عمل کہ زندگانی ہے

---

(۳۳)

صہبائے زیست آگہی مستانہ کرے
یہ تلخیِ زہرِ غم گوارا نہ کرے
ہر جرعۂ حیات ہے طلبگارِ حیات
پیتے ہیں عمر زندگی کو دیوانہ کرے

(٢٤)

[illegible]

---

(٢٥)

[illegible]

(۱۶۴)

همراه به کاروان لیلی جانانم

کیا مجنون گلستان لیلی جانانم

سرگشتی آواره بی‌عون طوفان حیات

معلوم نمیشود که کجا ماند لیلی جانانم

---

۱۶۵

غم دارم ... اوست غم ...

سعدی ... این ... دل ... سعدا

... نیست ... عیب ... کسی ...

...

(٢٨)

تعریف کتاب کیا ہے اچھی ہے کیسی

وزن کیا ہے اوچھی ہے کیسی

ہے میری ان باتیں میں کاتب عمل

ہے تیکا اس کا اور تیکا ہے کیسی

---

(٢٩)

بیٹیاں ہیں اشباہ سر تری ہے

انسان سمجھ کے آہ سر تری ہے

جیتے ہیں آرام تہی تھی تاکہ

ہے دل آرام سر تری ہے

(۵۰)

وہ ساز طرب کی نغمہ خوانی نہ رہی
وہ حسن کی آن بان جوانی نہ رہی
کچھ کچھ ہے جگر کی آنکھ میں نمناکی
زندہ ہوں مگر وہ زندگانی نہ رہی

---

(۵۱)

تھی عقل و خرد کی بھی فراوانی بھی
کچھ کم نہ ہوئی مگر یہ نادانی بھی
کرتا ہی رہا گناہ بھی تا دم زیست
ہوتی ہی رہی مگر پشیمانی بھی

(۵۲)

زہر غم آرزو پیے جاتا ہوں
پھر بھی ملکے آرزو کیے جاتا ہوں
دیکھا ہے ہزار بار انجام امید
امید پہ پھر بھی جان دیے جاتا ہوں

---

(۵۳)

[illegible] جو تن [illegible] نگاہ [illegible] سکی
[illegible] آزاد [illegible] سکی
[illegible] لوچ
پھر تا وہ [illegible] سکی

(۵۴)

راز عدم و وجود با ما نگشا
پیچیده مگو راز بیا کوتاه نگشا
انکار مکن بهر بیگانه مجو
ایمان مکن بحلجه الا الله ما

(۵۵)

این خواب برآشفته سخن نه تو
آن حرف غلط وار سخن نه تو
افسانه منصور شنیدی یاد بیش
اسرار انا و من و تو نه تو

(۵۹)

ہر شخص میں لگاؤ ہے اور لگاؤ میں ہے لاگ
ہے تار الگ دل کی گتی کا ذوق و راگ
زندہ تو ہیں سب زندگانی کی بات نہیں
ہیں کوئلے تو ہیں سلگتے ہوں سب سے شعلہ آگ

---

(۶۰)

انسان بڑا ہے سب سے بتایا ہے
تسکین کی تلاش میں بھٹکایا ہے
اب پھول میں بیج کا تو ہے تیز تپش
یا ایسا ہے کانٹا کہ کھٹکایا ہے

(۵۸)

دل خون ہوا ہے رنج ہستی سے
جز سود و ریا ہوئے سے ہیں اب پستی
یاد کی شب اپنی سے آگے کی مستی
سو جاتی ہیں آگے ہم افسانہ کی ہستی

---

(۵۹)

اخلاص و وفا کی جستجو رہتی ہے
الفت کی ضیا کی جستجو رہتی ہے
جب آگ لگے زندہ و پائندہ ہو طاقت
پھر عشق خدا کی جستجو رہتی ہے

(۶۰)

جانے کیا دل کو آزردہ رہتی ہے
اس کو اپنی ہی جستجو رہتی ہے
خود ساقی ہے خودی بادہ خودی ہے جام
اس حال میں عجیب بیخودی رہتی ہے

(۶۱)

دل مست ترا آپ از خود رہتا ہے
سب پیر و مرید سے بعید رہتا ہے
دیکھے ہی جمال کو معلق رہتا ہے
کاشانۂ دل میں تو ہی تو رہتا ہے

(٦٢)

گر روشنی میں پُرانی شکل بنتی ہے
پیمانے نہیں ابر کی گلابی بنتی ہے
جب ابر کا جا بیٹھا ان پیمانوں میں
پھر دل بھی نئی شکل سے بنتی ہے

---

(٦٣)

جب سے ان ابروں دل سنبھالی ہے
تقدیر نے میری جیب خالی ہے
کہ دیدن کا سب تیر سے عمل
تقدیر میں اے دوست بلا باقی ہے

(۲۴۰)

ایسا ہی یار سے لگاؤ رہا ایسا ہی رہا

دل گرمِ تلاش و تابش کیا ہی رہا

یہ کیا ہوا وہ کیا اب ہوا کیوں خبر نہ ہوا

دیدہ سے یہ دیدہ دل میں ارچھتا ہی رہا

---

۳۴

دل رنجِ جہاں سے جو ویرانہ ہے

اُجڑا ہے یہ کیسا سے یہی ہائے

یہ دل نہیں یہ ایسا ہے سرے گل سے لالہ

زندان میں اسیر کوئی دیوانہ ہے

(۶۶)

جب تن سے دل کا روبرو ہوتا ہے
جلوہ بینی سے اسی پردے میں ہوتا ہے
یوں غرق ہے جمال ہو جاتا ہوں
یہ پتا کہاں ہوں ان کی کہ وہ ہوتا ہے

---

(۶۷)

ہر شے میں تری جلوہ آرا تو ہے
گلہائے بہار میں ہویدا تو ہے
آتش میں جھلک ہے اک ترا ہی جمال
دنیا کے جمال میں تجلی صہبا تو

(۶۸)

وہ چودھویں کی رات وہ روشن چمکا
کالی ہوا سیاہ وہ بادل غضب کا
نغموں سے بہیں آبشار جاری بارش
کیا روح فزا ہے لطف ابر و مہ کا




(۶۹)

صحرا و چمن سے بیگلنا تا بکی
طے جادۂ زندگی کا کرنا تا بکی
مٹنا بہ نقش آب بن بن کے
بسنا سے یہ اور بھی اٹھنا تا بکی

(۴۰)

گل پھولے واہ واہ کیسے بھلے ہیں

کانٹا بھی چبھے آہا کیسے بھلے ہیں

دریا بہتے بہتے اور پھیلا اور دور

لیکن جھیلیں ٹھیری ایسی کیسی بھلی ہیں

---

(۴۱)

آلودہ ہے روح اور مقدس بنائیں

کیا ایسا فرشتہ ہے جو بتائے ہم سے کہیں

ہے بعد ہمیں ایسا کہ بیٹھیں یہ رہے سے دور تین

فرشتہ ہیں تنمیں اور بکریں ناقوس

(۴۲)

جب جلوۂ دوست روبرو ہوتا ہے
دل وقفِ تجددِ نفس ہو ہوتا ہے
پہچان ہے یہ بس کہ زباں گویا
ہو کر گم سم گنگ گو ہوتا ہے

---

(۴۳)

یہ موت و حیات کیا ہے یہ معلوم نہیں
صبحِ ازل ہے یا ابد کیا ہے یہ معلوم نہیں
کیا ہے یہ حیات تھا جس کی ابتدا
اور انجام اس کا کیا ہے یہ معلوم نہیں

(۴۴)

اک بحرِ پُر آشوب ہے ساحل سے گزرنا
دیوانہ ہے مضطرب سلاسل سے گزرنا
کیا ہے یہ کانٹا ہے کیا ہے کہ نیا ہے
اک قافلہ بے ترن رو ہے منزل سے گزرنا

---

(۴۵)

قیصر سے ہے نازِ جس کا عظمت و جاہ سے بڑھ کر
نظارہ ہے نصیب ان کو کہ ماہ سے بڑھ کر
بلبل پہ ہیں پتنگ پہ ہیں شیشتاں بھی کن
دنیا ہے آرام اثر و اللہ سے بڑھ کر

(۷۶)

[illegible]

---

(۷۷)

[illegible] تلاش کرتا ہوں میں
اسرار ازل کو فاش کرتا ہوں میں
قالب گل [illegible] اور [illegible] شیشہ
اس شیشہ کو [illegible] کرتا ہوں میں

(۴۸)

اب روح میں عشق کا وہ کرب ہی نہیں
وہ آہِ سحر وہ گریۂ نیم شب ہی نہیں
اب شغل ہے تیری یاد الٰہی کیا کیجئے
ہیں بس اشک وہ درد و غم نہ سبب ہی نہیں

---

(۴۹)

کیا پوچھتے ہو کہ وہ کہاں ہے پیارے
بے نام و نشاں وہ لامکاں ہے پیارے
کیا چیز ہے یہ نہاں عیاں اس کی نشانی ہے پیارے
ہر اک کے دل میں وہ نہاں ہے پیارے

(۸۰)

وہ بستی بھول کا وو وال ہے بستی ہی
ییکلین دو ہی اوجال ہے بستی ہی
پدمن کا جت بیسکراں ہوا ہے دو بستیا
بیسکراں ہے بستی ہی
سیپ بیر

---

(۸۱)

پیت پی سی حق آنہ ہوتا ہی گیا
پل ہیں دراز ہوتا ہی گیا
سر آدہ بیر آنہ دب ہوا
سر بین سے بنا ہوتا ہی گیا

(۸۲)

پیمانۂ جاں فرشِ رہِ پیمانۂ عشق
میخانۂ جاوداں ہے میخانۂ عشق
کوثر سے نہیں کم یہ ہیں اے شیخ یہ خم
بیگانۂ دو جہاں ہے مستانۂ عشق

(۸۳)

اے حسن جو ہے جمال کی کہانی سن لے
مستی سے عشق کی زبانی سن لے
میخانہ میں آ کے سن ترانی کا سرود
اور طور پہ جا کے لن ترانی سن لے

(۳۴)

اے کاش نہ جنت میں زندگانی ہوتیں
کچھ عورتیں ایسی بھی کہانی ہوتیں
یا ہستی ہم عالم سے ہی نہ بتاتا کا
یا ہستی کی حیات جاودانی ہوتیں

---

مجھ سے کوئی دو جہاں میں اعلیٰ غلطی ہی نہیں
ذرا بھی حقیقتوں سے کچھ ہی نہیں
مسجود ملک ہوا سے شیطاں پیدا
آدم ہیں ہم وہ ریح آدم ہی نہیں

(٦٦)

ہیں لغزِ خرد کا یاں بس نہیں
ہوا جب کہ کوئی کج بس نہیں
ہیں اپنے خیال نقش عشق ایماں نہیں
ہے تیرا آ رہا سمر ہیں بس نہیں

(٦٧)

زتشک جباب آوارہ طوفان اب
بجونادی کا کچھ وہاں اب
کیں نہ زینکی تیں لے جیز
کیوں باغ میں ہیں ریشاں اب

(٦٨)

ہر کہیں تری جلوہ ہے آنکھ سے دیکھیں
ہاتھ ہیں اس کی زباں آنکھ سے دیکھیں
یاں ہیں بست شعلے اک آنکھ سے دیکھیں
رجعوں کی طلب آنکھ سے دیکھیں

---

(٦٩)

وہ کیف شراب ناب کہاں سے لاؤں
وہ لطف سحاب اب کہاں سے لاؤں
ہر سمت بہار ہے کہ مینا و رباب
وہ رنگ شباب اب کہاں سے لاؤں

(٩٠)

وہ کیف و سرور اب کہاں سے لاؤں
وہ عشق کا نور اب کہاں سے لاؤں
روشن تھی یہ کائنات جس سے ہمدم
وہ شعلۂ طور اب کہاں سے لاؤں

---

(٩١)

تاریک ہے دل ضیائے ایمانی دے
بیتاب ہے جاں سکونِ روحانی دے
عقل و شعور مجھ سے لے لے یارب
مجھ کو وہ بیخودی و نادانی دے

(۹۲)

از جرعهٔ مرد و دو خوار است بادهٔ عشق
بیگانهٔ دو جهان است دلدادهٔ عشق
هر چند که دو جهان است نقش نگین
چون داده بیاری است اثر بادهٔ عشق

---

(۹۳)

ای فصل بهار است شباب مستی
لب جوی و می است باده پرستی
هر چند که یاران نقد است ای جان بهار
بیار می فوت است غنیمت هستی

(۹۴)

[illegible]

[illegible]

(۹۵)

اے مطرب نوبہار آرا نغمہ [illegible]

اے ساقی گلعذار [illegible]

اے تازہ بہار عشق [illegible]

[illegible]

(۹۶)

وہ سر ہے کہ مورد عشق افزوں ہو جائے
وہ نغمہ شوق ہے کہ دل خوں ہو جائے
ہے تیرہ و تار بے ہستی اے دوست
پیدا ہے جو آتشیں سے گلگوں ہو جائے

(۹۷)

افلاک پہ ہے سرود انجم تیرا
ہے سینہ چمن میں لالہ گم تیرا
ہے فصل خزاں میں بھی یہی رنگینی
اے جان بہار ہے تبسم تیرا

(۹۸)

کھلا ہے چمن سے خندہ ہائے معصوم
نغمۂ شبنم کا ہے کسی ضیائے معصوم
دو بات ہوئے کیفیت طلب میں آئے
بچپن کے جلوہ ہائے معصوم

---

(۹۹)

بادہ کش عشق زندگانی ہو جائے
فردوس نشاط و شادمانی ہو جائے
اے دوست شباب و عشق آخر خواب
اے کاش یہ خواب جاودانی ہو جائے

(۱۰۰)

یہ پیکر کا تماشا سینے میں دل کر لیا ہے
پیچ پہ روح جان میں بس کر لیا ہے
دل کا چمن گرشتہ دو جہاں ہے لیکن
یا رب یہ کی گرشتہ دل کا چمن کیا ہے

---

(۱۰۱)

اے دل غم ہر پیش و کم سے کا ہے
پیکر وہ ہے بس غم سے کا ہے
یہ تو وہی جہاں بنا ہے اے دل آزاد
گرشتہ جا ہر غم سے کا ہے

(۱۰۲)

طاقت ہے کسی کی پیچ سے اُڑا دینے
بیٹھیں ہے آکے آزادو فل بنا دینے
عیش میں کر اب ہیں بھی ظرا لا دینے
یا رنج و الم ہیں بھی جل اُٹھا دینے

(۱۰۳)

ہم تلاش میں ہیں ابر اب ہیں
سینوں میں بپا ہے اک سیلاب ہیں
دل کو بھی ہے سکون و راحت پیہم
پھر بھی ہیں سلسلہ اسباب ہیں

١٠٤

پھیلی ہے بادِ صبح و نیا ہے سحاب رواں
پیش ہے سبزہ زار و ماہ تاباں
ہے جشن سے بادہ پیکوں سے مسرور
انساں کی آئیں غم کے بادل انساں

---

١٠٥

اسرارِ ازل کی رازداری نہ سہی
بیگانۂ توقیر و ہشیاری نہ سہی
خوش ہوں کہ ہوں تیرا ہی اپنے دل کا
بے فکر تو ہوں ہوں تیرا یاری نہ سہی

(۱۰۶)

ناپید ہے عدم کو ہے بستی نیستی
ظالم جہاں کو ہے تو پستی نیستی
پایا ہے ہم نے ہستی میں کچھ بیکسی کو
بے بادہ و رنج ہم مستی نیستی

---

(۱۰۷)

آ جہاں نشیں بزم افلاک ہیں ہم
ہستی کے صدف میں گوہر پاک ہیں ہم
کیسے ہیں نیاز و عجز ہیں بھی کیا
ہم خاک نشیں ہیں عرش پہ پاک ہیں ہم

(۱۰۸)

ظاہر ہے کہ یہ خزاں گذر جائیگی
پھر فصل طرب چمن پہ لہرائیگی
کیا پھول ہی کھلینگے پھر اے دوست
ارمانکو بہار رقص میں آئیگی

---

(۱۰۹)

سیلاب ہوس سے کیا نجات کیا ہے
ہنگامۂ عیش میں داغ حسرت کیا ہے
کی عمر یہیں رہی حقیقت کی تلاش
معلوم نہ ہوسکا حقیقت کیا ہے

(۱۱۰)

اے کاش میں یہیں بیٹھ کے پیرِ مغاں ہوتا
یا بادۂ ناب آتشیں سلطاں ہوتا
پیتا اس سے جب ہوا ابر سرِ گلشن
کچھ بھی ہوتا نہ کم سے کم ارماں ہوتا

---

(۱۱۱)

یہ بحرِ وجود کی روانی کب سے
یہ جوئے حیات کی کہانی کب سے
عنقا و نشانِ طور و دیر ہیں نقش بر آب
سب کچھ فانی ہے غیر فانی کب سے

(۱۱۲)

ارمانوں نے کس کس کو نہ اب تک چھوڑا
جینے کو نہیں طاقت ہے کہ اوپر کو چھوڑا
دنیا میں بہت تعداد ہے دل کی کل جتنی
ہے دل دیوانہ و ہر دو کام کو چھوڑا

---

(۱۱۳)

دنیا کے وجود میں ہے کیا رونق
میخانہ و حرم میں ہے کس کا رونق
انسان دیکھا ہے حال وارسے کے
یعنی ہر بابل دیکھا ہے رونق

(۱۱۴)

پی بادۂ عشق سے جو مستی آئی
ہشیاری و بیخودی و ہستی آئی
اک گرمیٔ بالا ستیں ازل سے ہستی
جب تو ہی تو از ازل ابد ہستی آئی

---

(۱۱۵)

مردانِ خدا سے آشنا ہیں تنہا و بلند
پھیلی ہوئی دو جہاں پہ ہے ان کی کمند
نگاہیں ہیں ہستی کا باطن ہیں ہیں نور
اور دل ہیں کہ پسلیوں سے خورشید ہیں بند

(۱۱۶)

یہ عقل و خرد تو اک پریشانی ہے
آغاز بھی انتہا بھی حیرانی ہے
ہے عشق یہیں پہ کچھ دلیلیں نایاب
یہ بزم یہاں ہر دو سرا فانی ہے

---

(۱۱۷)

ہے جس کا گدا گروہ درویش
سلطان وہ میرا سالک ہے کم بیش
ہر ایک اپنے ایک قطب ہیں جہاں
جو بادہ ساغر کا بیگانہ درویش

(۱۱۸)

راز عدم و وجود معلوم نیست

افسانهٔ هستی و بود بیشتر نیست

عقده بکسی کشاده نگردید که

کاین هیچ زیان و سود معلوم نیست

---

(۱۱۹)

سبتر سے نعرہ صدای حق است

هر قول و عمل ترا ادای حق است

بلبل ہے بیتاب نہ ادا سے سبا بنی

ای دوست تو بندهٔ قضای حق است

(۱۲۰)

ہر چند ہے عشق داغ و درد و غم و سوز
ہے اس کی ضیا سے شامِ ہستی کا فروز
ہیں داغ وہی تابناک لیکن اے دوست
ہاں ہے نظر فریب ہی تو روح فروز

(۱۲۱)

اے عشق سرِ نیاز مندی تو ہے
سرمایۂ لطف و شادمانی تو ہے
تو حاصلِ عیش ہے یہ سچ ہے آزاد
فانی ہے شے عمر فانی تو ہے

(۱۴۲)

یا رب مرے روح اس کو روشن کر دے
ویرانۂ دل کو رشکِ گلشن کر دے
کر سینے کو پاک آلائش سے
اپنی ہی تجلیوں کا مخزن کر دے

(۱۴۳)

ہر شے میں عبث علاجِ درد ڈھونڈا ہم نے
پایا نہ کہیں مگر مداوا ہم نے
دریا کی تلاش میں بیاباں گرداں
ہر بت کو خدا بنا کے دیکھا ہم نے

(۱۲۴)

درد و غمِ عشق کا مداوا لے جا
اے دوست یہ نسخۂ مسیحا لے جا
یہ درد ہزار درد کا ہے درماں
درماں کا علاج حیطۂ بیجا لے جا

(۱۲۵)

ہے دولتِ جہاں سے بہتر مستیِ عشق
ایسی دین سے بالاتر مستیِ عشق
کیفیتِ جامِ عشق کیا پوچھے ہے کیسی
تازیست اُتری نہ کہ اُتر مستیِ عشق

(۱۲۳)

ہم جنکو چھوڑ دے ہے یہ بزم واثق
صنم ظلمت داغش سے ہے یہ چمن حق
ہم ایسا تر ابیجو فرق سے روشن
پیارا دل سے قرار یعنی سن حق

(۱۲۴)

ہم بادۂ عشق پی لیں کے مستانہ
ہم تیار ہے کے لیے کتاب مستانہ
ہم ترے الفت کے لب لاکھوں پیمانہ
زندان بلا وحشی کے مستانہ

(۱۲۸)

جو رنگ بہار ہے گلستانوں میں
وہ ہیبت خامشی ہے ویرانوں میں
ہیں ایک ہی نور سے یہ سارے روشن
کعبہ میں وہی جو ہے بت خانوں میں

---

(۱۲۹)

تو میرے ہی دل میں تھا ازل سے پنہاں
میں تیری تلاش میں رہا سرگرداں
معلوم نہ ہو سکا مجھے تا دم زیست
یزداں مجھ میں ہی پایا ہوں میں ہی یزداں

(۱۳۱)

بھول پن کا کس سے بیری ستی کیا ہے

نیند میں پر اسے بلکہ سے ستی کیا ہے

پر اسے ایک ہی مکہ سے تالاں تہ

پیا سے عروج و پیتی کیا ہے

---

(۱۳۲)

جائے سبب سکھی

کیسی ہی اے دوست سبب سکھی

کیسی ہی ان میں ساتے بنکا سوتی نہیں

تقدیر و قضا و تدبیر سے سوتی سکھی

رفیق اسے سے کیا سوا سکھی

(۱۳۲)

بھلی صاحب تیری تیشی نے لگئی

قینچی سروکنار ان پر رہی نے لگئی

پیری کی اتیاب نے تجھ سے یاران

سیر ان ندی کی بہاگ سی کی نے لگئی

(۱۳۳)

آرتی سے فنا پیدا جب اوتی

بلمسے تینوں نا مرے مرتے تی

پریشن و سروکا سے آنکھوں کی

کے دن نج و عید بسا کی یادوں تی

(۱۳۴)

پھر حق سے جدا نہیں ہیں مردانِ خدا
مجبورِ فنا نہیں ہیں مردانِ خدا
لاریب خدا کے دست و بازو ہیں یہی
ہر چند خدا نہیں ہیں مردانِ خدا

(۱۳۵)

ہے مستی و بیخودی کہ ہشیاری ہے
ہے خواب ہی خواب یا کہ بیداری ہے
جاتا رہا امتیازِ تاریکی و نور
یارب مے عشق کی وہ سرشاری ہے

(١٣٦)

یادیں کن دور کو کیا ہے اب معلوم نہیں
باتھی و دوسر وحشت کیا ہے اب معلوم نہیں

کانے اپنی وہ سن تیرا کی کیا ہے اب نہیں
افسانہ کھو دیا کیا ہے اب معلوم نہیں

---

(١٣٧)

دشت و درو گلستاں کو دیکھا تو نے
جو دو دو گلشن اں کو دیکھا تو نے

اپنی ہی جان اں دل پیارا نہ زلف
کیا دیکھا جو دو جہاں کو دیکھا تو نے

(۳۸)

یہ ہستیِ عشق سب سے کمیاب
اخلاص و وفا بھی ہیں سب نایاب
ہر سمت ہے تیری بے نیازی
دل ہی بھی ہوئی ہے بہت بیتاب

(۳۹)

کچھ بھی نہ رہی پشیمنی کی کمال سے آرزو
عقل بھی آ گئی کمال سے آرزو
جب عشق نے بل ... سے ہیں یارو
سمجھی وہ نیند کی کمال سے آرزو

(١٢١)

[illegible] پیدا

[illegible] پیدا

[illegible]

[illegible] پیدا

---

(١٢٢)

زاہد کو بہشت [illegible] دیں

[illegible] دیں

[illegible]

[illegible] دیں

[illegible]

(۱۴۲)

ہے راز ہی راز [illegible] ازلی تیری

جہاں کو تسلسل کی ازلی تیری

ہر ادنیٰ ہیں دو جہاں کی تیری

[illegible] شاں ہے ازلی تیری

(۱۴۳)

شیطاں تھا اسی سبب سے یزداں سے خفا

لیکن نہ کبھی تھا وہ انساں سے خفا

انساں ہے کہ ہے بنفس اسی سرشت

لیکن ہے نہایت شیطاں سے خفا

(۱۴۴)

ہے نغمہ و حسن و بادہ سامانِ نشاط

مستی و سرمستی ہے ایمانِ نشاط

ہے غرقِ سرور و کیف مینائے جہاں

طوفان سرور کا ہے طوفانِ نشاط

---

(۱۴۵)

ہوں مردِ رہِ یقیں گو تہی دست ہوں میں

بچ جیتی سے ہے بلند وہ لیک پست ہوں میں

وہ ذات ہوں سرمایۂ ہستی جس سے ظہور

ہے جس کا ظہور اس ہی کا دوہست ہوں میں

(۱۲۶)

ہے بستگیِ عشق سے جوانی کی بہار
ہے تیشہ زنی سے تنہائی کی بہار
وابستہ تمنا سے ہوا ہے دل بیں
ہے حسن عمل ہی زندگانی کی بہار

---

(۱۲۷)

ہے راہروی کا نام منزل سے بیاں
گرداب بلا کا نام ساحل سے بیاں
ہے حاصل عمر ظلمت شام عدم
ہے آرائش نقش پا طلب کی بیاں

(١٢٨)

ذرّہ ہوں کہ لامکاں ہوں معلوم نہیں
فانی ہوں کہ جاوداں ہوں معلوم نہیں
آیا ہوں کہاں سے اور جاؤں گا کہاں
کس دشت کا کارواں ہوں معلوم نہیں

(١٢٩)

گلہائے بہار بھی گزر جاتے ہیں
خاشاک بھی خار بھی گزر جاتے ہیں
اے دوست ہو کیوں اتنے پریشان و ملول
لیل و نہار بھی گزر جاتے ہیں

(١٥٠)

ہنگامۂ روح و جاں ہے عشق کی مستی
ہیں بیخود سب کہاں ہے عشق کی مستی
گر تاج نہیں ہے عشق کی اے ہمدم
بس تختِ شہی کہ جاوداں ہے عشق کی مستی!

---

(١٥١)

کیا سعی فنا سے کیا بقا سے حاصل یارب
کیا دشت بلا سے کیا بہ منزل یارب
فانی ہیں بہ نگاہ اہل حق کیوں ہیں بیدل
دے مجھ کو تمیز حق و باطل یارب

(١٥٢)

قیس کو تیرا جیالا کیا ہمیں نے
بار امانت کو ادا کیا ہمیں نے
تقدیر کے پردے میں ظفر کام کیا
سب کچھ کیا پر ادا کیا ہمیں نے

---

(١٥٣)

دل میں تیری آرزو ہے یا رب یا رب
لب پہ تیری گفتگو ہے یا رب یا رب
کر جلوہ دکھا کہ مجھ میں کہ تاب اون
مجھ کو تیری جستجو ہے یا رب یا رب

(۱۵۴)

یہ دل ہے کہ سوزِ جاوداں ہے یارب
سینہ ہے کہ آتشِ فغاں ہے یارب
یا ایک طلوعِ وادیِ نامعلوم پیشِ سحر ہے
بیٹھا ہوا پچھلے پہر کوئی گریاں ہے یارب

---

(۱۵۵)

ہر بت نے نئے سر سے غرور اٹھا پایا اپنا
بن بن کے خدا جلوہ دکھایا اپنا
جب بس نہ چلا کسی کی جانب آئے
ہر بت نے مجھے خدا بنایا اپنا

(١٥٦)

ہر بیت میں جھلک ضمیر کی پائی ہم نے
شغل شب میں سنی کہانی ہم نے
نادان سے ہیں بے سبب آزاد ہم نے
پھر پایا سخن میں معانی ہم نے

---

(١٥٧)

سنیے عجیب بات ہم کہتے ہیں
اب دور جہاں بھلا ہے ہم کہتے ہیں
پاؤں ہیں پڑے ہے بیچ میں سناٹا
القصہ لگا ہے ہم کہتے ہیں

(١٥٨)

جن دوستوں سے ہوتی تھیں انگیٹھی تھی گرم تپش اب
آگاہ جب ہوتے تھے ہوتی تپش اب
بیٹھا ہیں ہوتی تھی دو بار جلے
اور بیٹھے ہوتی تھی ہیں بلا تپش اب

---

(١٥٩)

یہ بود و نبود کیا ہے معلوم نہیں
یہ آتش و دود کیا ہے معلوم نہیں
ہستی میں عدم ہے اور عدم میں ہستی
یہ سرِّ وجود کیا ہے معلوم نہیں

(١٥٠)

اخلاص مرا وفا کا آئینہ ہے
سینہ مرا نور حق کا گنجینہ ہے
پر آہ کہ سوز عشق سے آستین
یزداں کے حضور میں دل کا آئینہ ہے

---

(١٥١)

بیداری زیست ہے کہ ہے خواب عدم
طوفان حیات ہے کہ سیلاب عدم
یوں آکے کھلا ہوا ہے آرام نصیب یا رب
کس باب حیات ہے اور کس باب عدم

(١٦٢)

ایوان شہود کو سجایا ہم نے
لیکن نہ سرور عشق پایا ہم نے
انسان میں اپنی روح پھونکی آخر
پھر لطف حیات کا اٹھایا ہم نے

(١٦٣)

یزداں کے حضور سے گلندی تیری
یزداں کی قسم ہے یہ بلندی تیری
باطل کو دبانا اور حق سے دبنا
اے دل ہے یہ اک ہی میں اجبندی تیری

(۱۶۴)

یارب تری ذات سے عجب نہیں ہے

الفت یہ مری ہے سراز جنت نہیں ہے

کل جابجا تعویذ تعویذ دل کا ایماں کا ہے

ان ہدو صدا سے تو توحید نہیں ہے

(۱۶۵)

فانی ہے ہر اک شے مجیب تیرے سوا

جنت ہیچ باغ ارم بس ہے تیرے سوا

ہم کو ہے تری طلب دنیا سے بہتر

الفت کا عوض نہیں ہے الفت تیرے سوا

(١٦٦)

اے کیف و سرورِ زندگانی آجا

اے روحِ نشاطِ شادمانی آجا

ہے تشنہ ہے تیرے بغیر از بس جانی

تا بن سکے حیاتِ جاودانی آجا

(١٦٧)

اے بادۂ شوق کا بھی ساغر دے

اپنی ہی تجلیات مجھ میں بھر دے

بن کر غمِ عشق تو سما جا مجھ میں

میں فانی ہوں مجھکو جاودانی کر دے

(١٦٨)

[illegible] طره دل [illegible] اکتساب

سینه [illegible] کاسه‌سنده [illegible] یاب

یوزی [illegible] وصل عشق [illegible] کبی

جان [illegible] ابدی [illegible]

---

(١٦٩)

شیطان [illegible] نیابادر

[illegible] کوردکی [illegible]

[illegible] ای [illegible] بنابامعبود

[illegible] زاده [illegible]

(۱۶۰)

تنہا ہے یہ درد آشنا بن بن کے
غم ہائے حیات کی دوا بن بن کے
ابلیس لعین کا اثر ہے یکجا
اپنا ہے کبھی کبھی خدا بن بن کے

(۱۶۱)

یارب غم عشق پالیا ہے ہم نے
سینے سے اسے لگالیا ہے ہم نے
افلاک و جبال سے بھی جو اٹھ نہ سکا
وہ بار گراں اٹھالیا ہے ہم نے

(۱۴۲)

اک نالۂ دلگداز ہوں فرقت ہیں
وارفتۂ بہوش ہوں بیگانۂ بیت ہیں
یا سوز یا رامش یا نغمہ کی مستی
یا دودی ہمت اسم زمین ہیں زاد القتیں

---

(۱۴۳)

جب تیری یاد آئی تیری ہی جدائی یا رب
پھر دل میں تیرے کیا سمائی یا رب
پیدا کیا ہے من کیوں اپنا تیرا
یا بات ہمیں سمجھ نہ آئی یا رب

(۱۴۴)

شیطان کو بھی اُدھر اُچھالا تو نے
ہم کو بھی اُدھر کیا اُسے ٹالا تو نے
تا زیست کشمکش میں رکھا یارب
دونو کو اُدھر اُدھر کے مارا تو نے

---

(۱۴۵)

آغاز ہے عشق اور انجام ہے عشق
کونین میں جس کی ہست و دوام ہے عشق
ہے عشق ہی عشق جس کو کہتے ہیں خدا
اک نام خدا ہے اور اک نام ہے عشق

(۱۰۴۱)

کر دوشیں ہیں سے جامہ زر دوز و پستی
پیمانے پہ فیض کا ہے بس ہے مستی
پر اونچی ہے مہر و ماہ سے لالہ و گل
میرے لیے پیش پیش ہے بستی

(۱۰۰۱)

اچھا نہ کیا جو دل کا کہنا نہ کیا
اے بے خبر وفا یہ کیوں تو نے کیا
اس گوہر بے بہا کو تو اڑا تو نے
پھر کچھ بھی کیا بہت ادا تو نے کیا

(۱۴۸)

عصیاں سے نہ داغ دل کو دھونے دیتے
اپنے ہی پلند سے کھوئے آنے نہ
گھبرا نہ سکی کا پھیری ہے تیری
ہاں اپنے ہی دامن میں لپٹنے دیتے

(۱۴۹)

نیکی کا ہے گر ثمر تو ہے میرے لئے
عصیاں کا بھی پھر ثمر تو ہے میرے لئے
اللہ کی ذات پاک ہے کیا اس کا اثر
یہ عقدہ خیر و شر تو ہے میرے لئے

(۱۸۰)

بے نور ہے آنکھ اس کی بن بینائی کے
کمزور ہے دل اس کے توانائی کے
پیتیرا عشق ہے بنیاد ہستی کی سرکہن
یارب ہے عجب بیکسی تنہائی کے

---

(۱۸۱)

ہے خون جگر سے لالہ رو جلوۂ عشق
ہے دار و رسن بدوش ہنگامۂ عشق
عصیاں سے ہے بہشت بلند نیکی ہے ملا
نیکی کی بہشت بلند ہے رتبۂ عشق

(۱۸۲)

کس شے کو بے قرار و حیران کہیں
وقت ہیں آدمی کی بہت پریشان کہیں
جب جمع ہوئے تو قرار آنکھوں کو ملا
پھر جمع ہوئے تو اُسے انسان کہیں

(۱۸۳)

سرمایۂ زیست آرزو ہے سب کچھ
حیرانی ہی ہے اسمِ اعظم ہے سب کچھ
ہے تیری تقدیر میں غمِ عشق اگر
پھر پاس کر حاصلِ دو عالم ہے سب کچھ

(۱۸۴)

بیتیں وہ بہت حسرتوں کی راتیں
بیتیں وہ بیکس کالی ہجر کی راتیں
اے عشق وہ صبح تو نے نہیں دیکھی و اقتضائے شام
یعنی نہیں اس عیش میں غم کی راتیں

---

(۱۸۵)

آئینہ سی مری جوانی ہوتی
تیرے ہی جمال کی کہانی ہوتی
اے کاش اسی عشق میں جیتا رہتا
بس کی یہ زندگانی ہوتی

(۱۸۶)

تیری رضا سے پیار کے خیالات ہیں بہت

تیرا ہی سرود میری ہر بات میں بہت

لو یاں جلوہ گلشن پہ ایسے کہ دل لج پایا

جب طرح سے چاند ضو فشاں کمالات ہیں بہت

---

(۱۸۷)

ہنگامۂ شوکت شہی کہ ندارد

بندۂ جم و شان قیصری کہ ندارد

لیکن عمر بقائے ایں صحن زمانہ نیست

سب ہمہ کہ ودیعت پیری کہ ندارد

(١٨٨)

اے کاش غمِ حیات فانی ہوتا
کچھ چارۂ دردِ زندگانی ہوتا
کیفیتِ عیش ہی علاجِ غمِ دل
اے کاش یہ کیفیت جاودانی ہوتا

(١٨٩)

تیرا غمِ عشق کھا لیا ہے ہم نے
بے لطف حیات اٹھا لیا ہے ہم نے
گر تلخ بہت ہے اے آتشِ بادۂ عشق
دامن میں سمو لیا ہے ہم نے

(١٩٠)

اے بسمل ناز شاہد عشق بسمل ہمہ عشق
اے نعمت دو جہاں سے تیرے ہمہ عشق
صد لطف با عشق ہے درد و غم ہمہ عشق
اے عالم تکلیف ز بیخودی عالم ہمہ عشق

---

(١٩١)

نہ شیوہ کے لدی بقول بواتیں آمین
نغمہ بیں بیں بیوں فضا تیں آمین
نقش بیں جہاں ہے ایک تصویر جمال
ہر بیں بیں حسن کی ادائیں آمین

(۱۹۲)

جوں سے حباب سر اٹھاتی ہی رہی
جوں بحر ہی سر کو چھپاتی ہی رہی
اس خاک سے اٹھ اٹھ کے اسکندر و جم
اور خاک سے بن کے خاک میں جاتی ہی رہی

---

(۱۹۳)

ہے صبح ازل کی گل فشانی تجھ سے
ہے شام ابد کی نغمہ خوانی تجھ سے
تیرا ہی ازل سے اور تیرا ہی ابد
ہے ہستی و بود کی روانی تجھ سے

(١٩٤)

اے روکش صد بہار اے جلوۂ تو!
ہمسنگ نگیں جاں نثار اے جلوۂ تو!
ہر رنگ کی جاوداں ہے آغوش تری
ہم تجھ سے ہیں ہمکنار اے جلوۂ تو!

---

(١٩٥)

ہر سمت ہے تیرے لئے آج جہاں سا ہے
ہے باغ جہاں کا رنگ و بو ایسا ہے
بے نشہ ہے دور جام ہے یا لالہ و گل
ہے تیرا چمن یہیں گزینی کا تو ایسا ہے

(۱۹۶)

ہر سبزۂ زمیں ہے جمالِ یزداں کا ظہور
ہر پھول ہے شمعِ طور ارزاں ہے طور
گل فرشِ زمیں پہ ہیں فلک پہ ہیں نجوم
ہے نور زمیں سے تا فلک نور ہی نور

(۱۹۷)

ہنگامۂ فصلِ گل ہے ہنگامۂ رنگ
ہے بلبلِ زار کے رواں نغمۂ رنگ
میخانۂ رنگ ہے گلستانِ جہاں
گل ساغرِ زرنگ ہے صبا بادۂ رنگ

(۱۹۸)

اے ذوقِ فنا طوف و عیش ایک بادہ ہے بس
کیفیتِ دیدار کا ایک جام ہے بس
مستیِ عشق جاودانی ہے اگر
پیمانۂ بزم خانۂ مستان الست

---

(۱۹۹)

تیری ہی بہار رنگ و بو ہے مجھے بس
تیرا ہی جمال آبرو ہے مجھے بس
مشکل ہے وصال اپنی تدبیر سے تو
بس تجھ سے ملن کی آرزو ہے مجھے بس

(۲۰۰)

ہم حق کے لئے یہیں ہیں بنائے ہوئے
ہم اپنے ہی اصول پہ ہیں بنائے ہوئے
ہم موت و حیات سے ہیں بالائے ہستی
ہم تیغِ حق کے ہیں اٹھائے ہوئے

---

(۲۰۱)

اے صوفیِ حق پرست اے الستی
اے شاہدِ نگاہِ عشق میں سرمستی
میدانِ وفا میں جھک گیا پیچ ہے حق
دیکھ بلند اور نیچ ہے پستی

(۲۰۲)

ارباب ہوس اُدھر اُدھر جاتے ہیں
سرگشتہ دیں سے دربدر جاتے ہیں
دشوار نہیں ہے اے اثر بادۂ حق
ہم تو اسی شاہراہ پر جاتے ہیں

(۲۰۳)

اے پیچ چمن بلند کرنے والا
اے بادۂ حق پہ راز مرنے والا
الشکل جتنیں بھول نادان تیرا
اے غازۂ رخ سے سنورنے والا

(۲۰۴)

ہر دم ہے فزوں دل کو آزاد کہیں
پھر تازہ جنون قیس و فرہاد کہیں
ہنگامۂ شوق و شعلۂ عشق ہے آتش
پیمانۂ دہر کو ہے آباد کہیں

---

(۲۰۵)

تو بادۂ جام عشق سے ہیں مست
ہر سانس میں زیبندۂ پیمان الست
جھک جاتے نگاہ ابرو حق سے حضور
زنعرۂ حق بلب ہیں تیغ ہے بہ بست

(۲۰۶)

ہر آہ تری ہے تیری ذلت کی دلیل
ہر نالہ ترا ہے عدمِ ہمت کی دلیل
تو کام سے اپنے کام لے اپنے لئے ترے جا بجا آگے
پیوستہ ارادہ ہے کلی تیری عظمت کی دلیل

---

(۲۰۷)

پیوستہ ہوا سے اور فضا سے ہیں تمام
دیکھو بیٹھے مسیح ہیں عدن ہے تمام
وہ دوس سے پھول ہیں کہ ہیں بڑی لگن تعلق
ہر عدن نکالیں ہیں جو پھیلیں ہے تمام

(۲۰۸)

فطرت کا رباب ہو گیا ہے خاموش
نغموں سے مگر فضا ابھی ہے مدہوش
الہام کی کیفیت ہے دل پر طاری
خاموشیٔ شاعر ہے کہ پیغام سروش

---

(۲۰۹)

ہیں سطحِ فلک پہ ابر پارے گلفام
فردوس کا لالہ زار ہے دامنِ شام
ہیں بام فلک پہ روح پرور جلوے
سمجھے ہیں بہشت کا یہیں صحن و فرجام

(۲۱۰)

بیداریِ روح ہے سیہ بختیِ صبح
آرامِ تنِ بیخودی ہے خاموشیِ شام
اربابِ نگاہ و دل کی نظروں میں اثر
اسرار کا آئینہ ہے سیہ بختیِ شام

(۲۱۱)

کہسار کی چوٹیاں ہیں گویا پیشِ امام
دریا میں ہے ہر یتیم ابر گمنام
فطرت کا ستوا ہے اور اعزازِ جسم
پر جیب بشر ہے یکسا ریگانہ سنم

(۲۱۲)

تنہا ہوں اگرچہ ہے گویا مرا کلام
لیکن یہ کلام ہے لبِ سازِ الہام
خاموش ہے اُدھر بھی، اِدھر بھی خاموش
خاموش زباں ہے اور خاموش پیام

---

(۲۱۳)

ہے شام کا دستِ حسن اور سازِ سکوت
کیا روح فزا ہے یہ اندازِ سکوت
خاموش و سکوں بدوش نغمے ہیں رواں
ہے پیکرِ شام کا یہ اعجازِ سکوت

(٢١٤)

پیوسته سری آزاده سری کن

پیوسته سری تحقیق سری کن

حیرت نقش خواب بین لعل بیدار

پیوسته تلخی غفلت سری کن

---

(٢١٥)

زجنون کوهی ابر من مستی بیا

ای عمه نغمه عنبر بیا

همه آیات کینه سرو بیا

یا صبحی بیا

(۲۱۶)

انبر پہ چاندنی کا منظر دیکھو
پھولوں کی مست بھینی بھینی ہے بو
اے سیب سپر دل کے ماہ کاں
دل تیز بے غم کا ہو

---

(۲۱۷)

خمخانۂ آسماں میں اک جام سا ہے چاند
بابر نکلا سے چھلکا گلفام سا ہے چاند
ہے روح فزا اس کی اک ایک کرن
اک نیک عشق کا پیغام سا ہے چاند

(۲۱۸)

اے چاند مرے کنارِ دل میں آجا
اے گیسوئے عنبریں سراپا دل میں آجا
امید ہے اندوہ سے یہ سوزِ تپ
آجا مرے شعلہ زارِ دل میں آجا

---

(۲۱۹)

اے عیسیٰ حسن کی مسیحائی آجا
اے عشق سبب مرے رعنائی آجا
جی چاہتا ہے کہ تجھ کو دل میں بٹھلاؤں
اے حورِ بہشت کس جدائی آجا

(۲۲۰)

پیچھے پیچھے ہے جیسے لگن تیری یاد
اس بیکلی میں ہے اب لگن تیری یاد
بیراگی آس ہے بیں میں بندھوا یار
پھر دور نجانے میں ہے جیسے اداسی تیری یاد

(۲۲۱)

جنگل میں بیل تری پھبن کا بن
باب نہ سنجھی بیل اسرا کا بن
پھیل گا تب بیں دو جہاں پھاڑ پر
بیچتا ہے جب سے کہیں خدا کا بن

(٢٢٢)

یارب ترے در پہ سر جھکایا ہم نے
دل تیری ہی ذات سے لگایا ہم نے
پاؤں میں پڑے ہیں آ کے ہیں سکندر و جم
سب زمین کی سلطنت کو پایا ہم نے

---

(٢٢٣)

بہشت بسا ہے نہاں مجھ میں
نقشۂ ازل ہے نہاں مجھ میں
بہشت و دل میں ہیں ظہور اس کے جب
کیا مجھ سے کہوں کیا کیا ہے نہاں مجھ میں

(۲۲۴)

یارب! اترا رہے ہیں نوزوراں بھی ہیں

وہ صورتیں ہیں جو دلستاں بھی ہیں

اب وقت ہے کہ بے حجاب ہو جا ہو جا!!

اے حسنِ ازل کہ تو ہے پنہاں بھی ہیں!

---

(۲۲۵)

ہر سمت سے بہہ چلا ہے دریائے نغمہ

ہر شاخ سے ہے پھوٹ رہی لے نغمہ

لاریب ہے ثقلِ کانوں کا بس ہ

ہے ذوقِ خودی کہ ہے بنائے نغمہ

(۲۳۶)

دولت کا سرور رنج سے ہے آلودہ
عشرت کی طلب رنج سے ہے آلودہ
پایا بہ دوام کس نے بے خوف و خطر
پھول ایسا نہ پایا جو نہ ہو گرد آلودہ

(۲۳۷)

جب تک یہ جھکا تو اتنا انساں سے
سجدہ کیا انساں سے
کرتی کلا ہم سر ہے
اللہ سے بیگانہ ہوا شیطاں سے

(۲۲۸)

ہے بیکار نور ابن آدم سرا اب بھی
ہے بنیم جہاں میں سبک از عظیم اب بھی
سرزمین بہل اب بھی ایسی کہ قندیل بینی
ہو جا ہے آگے پیدا کوئی کا محرم اب بھی

---

۲۲۹

نہ بجھ سکی وہ آہیں ہے ستابان تپش
کس سا ہیں ہی وہی ہے جیسے ارماں تپش
انساں کے وجود میں ابھی ہے زندہ فراز
ہے پیدا ہی ہیں وہ پنہاں تپش

(۲۳۰)

ہے وقت وصال سرِّ محبت بالا
جیسے ہے مجاز سے حقیقت بالا
ہے کون و مکاں کو اس کی آغوش وسیع
طوبیٰ سے اتر ہے اس کی قامت بالا

---

(۲۳۱)

ہم جس کی طلب میں پریشاں ہوتے ہیں
وہ ہم میں ہیں اسی میں پنہاں ہوتے ہیں
ہستی کی نیستی سے بنی ہے طلسم
ہم جس میں ہیں ہم زمین آسماں ہوتے ہیں

(٢٣٢)

طوبیٰ سے بھی ہے بلند رفعت تیری
سدرہ سے بھی بڑی ہے وسعت تیری
پہنچا ہے اگر آدم اپنا یہ دم
پھر ارض و سما میں ہے حکومت تیری

(٢٣٣)

ہے دامِ رسوم سے محبت آزاد
ہے شانِ قیامِ صبحِ الفت آزاد
پابندیِ زیست سے ہو وہ دل
ہے جس کی نظر میں ہے حقیقت آزاد

(۲۳۴)

گر مل سے اپنی ادرستا ہو جائے
پیشتر عبادت کیا سے کیسا ہو جائے
اے جنس سے یہی کہیں بھی یہ بھیجو ملک
ہو جائے جو باہر جز سے ہو جائے

---

(۲۳۵)

وہ تیرہ کا تماشا سے اُس کا عشق
آتی ہے کھال سے آؤ سے جی پیاری
جہاں سے تیری ہر جاتی ہے بدوش
جب سے وہ تیرا بنا دانہ جنت سے وربا

(١٢٣)

ہر نقش میں حسن کی درخشانی ہے
ہر نغمے میں سرودِ ربانی ہے
مسجد ہی میں جستجو ہے کیوں شیخ مسرور ہے دل
ہر نغمہ و نقش میں کسی کی ارزانی ہے

---

(١٢٤)

پھولوں سے بھرا ہوا ہے دامانِ بہار
ہر جانِ جہاں میں ہے طوفانِ بہار
ہر پھول وصالِ گل ہوا ہے گو پیش آتا
فردوس سے بہتر ہے بیابانِ بہار

(۲۲۸)

بچشمِ میں ہیں جب سے گلفشانی آتی

دریا ہوں میں مستی کی روانی آتی

جائز ہیں ہے حیاتِ تازہ رقصاں

ہے پیچ سے جوانی آتی

---

(۲۲۹)

ہے رنگ شراب بادہ سے میناؤں میں

عکس میں پنج شفق ہے دریاؤں میں

ہیں سرخ و سپید اور شفاف بدن

یا بادۂ ارغواں ہے میناؤں میں

(۲۳۰)

[illegible]

[illegible]

فردوس [illegible] لطیف

[illegible]

---

(۲۳۱)

[illegible]

فردوس [illegible]

چو [illegible]

[illegible]

(۲۴۲)

چین و جمال سے ہیں پیکر یار سب
یا کیف و وصال سے ہیں پیکر یار سب
ان بالو و شغال کا جو عشق ہے وجود
یا بیت خیال سے ہیں پیکر یار سب

---

(۲۴۳)

با عقل میں نہیں ہے کہ بسیار دل میں نہیں
سو سچ میں نہیں ہے کہ چاہتا دل میں نہیں
چین کرے تو عقل میں جب سو وہ ہیں
فطرت سے حسین تر زلیخا دل میں نہیں

(۲۴۴)

پھولوں سے لطیف تر جوانی ہم کو
پیالے سے سرورِ شادمانی ہم کو
صہبا سے کہیں بڑھ کے ہیں چھلکے ہوئے جام
پینے کو ترا ابرِ جوانی ہم کو

---

(۲۴۵)

پھول، یہ چاندنی، یہ ستارے، اے دوست
یہ وادیٔ کوہ، یہ نظارے، اے دوست
گلزار، یہ سحاب، یہ نسیمِ خوش بو
اس حسن کے ہیں نقاب سارے، اے دوست

(۲۶۲)

تا عمر سے جس حال میں جو جیسے نبھے
مطلب سے سر و دیں میں جو تیسے نبھے
تاثیر سے انفس میں جو جیسے بنے
تدبیر کی چال کی یہ تیسی نبھے

---

(۲۶۳)

طوفان سا ان میں اب بھی آئی تو کیا
تدبیر نہیں دل کی ہے ایسی تو کیا
جب بات بنی ہے پیش بھاؤ نظر حسین
تدبیر ہے گناہ و دید ساری تو کیا

(۲۲۸)

ہر جلوے سے ہیں ہم ہزار ساماں جنوں
ہنگامۂ فصلِ گل ہے طوفانِ جنوں
کیا دامنِ عقل کے اڑے ہیں پرزے
جاری ہے دلوں پہ آج فرمانِ جنوں

---

(۲۲۹)

دل ذوقِ سخن سے کچھ پریشاں نہ ہوا
نظارۂ حسنِ روئے جاناں نہ ہوا
سب پیچ تعلقہائے ہیں گریزاں لیکن
دل محوِ جمالِ جلوہ ہائے یزداں نہ ہوا

(۲۵۰)

ساتھی جھوٹے ہیں سب بس حق کے سوا
بیتا ہے سبھی کا دن بس حق کے سوا
اے دوست نہ چھوڑنا کبھی دامن حق
ہر چیز ہے بے ثبات بس حق کے سوا

(۲۵۱)

اسرار وجود ہیں نہاں ظلمت میں
کب نہیں ایک ہی تیرہ حکمت میں
کرلیتا ہوں پھر بھی میں دو اک باتیں
ہے نور عجیب ساری ظلمت میں

(۲۵۲)

دنیا کی محبت و ہوس پرستی ہے یارب

ادراک کے دل میں یہ پستی ہے یارب

سب پیتے ہیں بیٹھ کر اور دودھ شیر

اور دودھ میں حرص و یقینی کی ہے یارب

---

(۲۵۳)

اخلاص و وفا کا جام بھر دے یارب

یارب دل و جان میں اب بھر دے یارب

ہر چیز میں دیکھے ترا جلوہ

ہر دیدۂ دل کو وہ نظر دے یارب

(۲۵۴)

چھائی ہوئی ہے ظلمت جہالت ہے یہاں
ہر شخص پہ ظلم و عداوت ہے یہاں
ہے سیل فریب کا وہ طوفاں برپا
کمیاب ہوئی شمع محبت ہے یہاں

(۲۵۵)

پھولوں میں نہیں رنگ نہ بو ہے باقی
دریاؤں میں سرکش کی وہ موج ہے باقی
نہ شمع سیاست میں ہے تیزی کی وہ
ہاں جذبہ ہے بس یہیں پہ ہستی باقی

(۲۵۶)

سر ذوق خوب سے بس تو دیوانہ ہے بنا
سر پیچ کسی فرمان سے ہے تو افسانہ ہے بن
سر صدق طلب نہیں کہ اے برادر عشق
آشفتہ و سر زدہ ہے سر گردہ و دیوانہ ہے بن

---

(۲۵۷)

با دم بھولا میں جلوہ ہائے جاناں سے تو نہیں
دل ہے مرا آمری سے کہاں سے تو نہیں
کیا تجھ سے کہوں معنی اسرار اپنا ہی ہوں
انساں سے ہی لب اور زنداں سے تو نہیں

(۲۵۸)

اے دوست میں جب پیش تجھ آیا ہوں
تہ عشق تیری سی دوانہ ہو جب آیا ہوں
اس کیف و سرود پانا ہو سو ہو پیش نثار
جس کیف و سرود میں تجھ پایا ہوں

---

(۲۵۹)

ہر ناز ترا ہو پیش کا ہے جانا اے دوست
جانا ترا ہو پیش کا ہے ترانا اے دوست
کہ ہو بیتاں تا وصال التیرا ہیں
یک تل تجھ جگ تیں کل سے عزیز جانا اے دوست

(۲۶۰)

اک شے کو ادھر وجود میں لاتا ہے
اک شے کو ادھر عدم میں پہنچاتا ہے
تخلیق ہے دم میں اور دم میں تخریب
اس کھیل میں تجھ کو کیا مزا آتا ہے!

(۲۶۱)

پیدا ایک اہرمن تو کیا تجھ کو ملا!
ہاں خوب جواب برملا تجھ کو ملا!
آدم بھی ہوا ہے اب اسی کا ہمدم!
جیسا ذرہ سے کر کالے خدا تجھ کو ملا!

# قطعات

(۱)

وه ابره لاسره کار جهو ما!

وه سعدي بيسار جهو ما!

با ... کي شرار آب آسمان

وه بيکده بار جهو ما!

---

(۲)

مي کند باد اعد ... شيرين صدوف

دامن گل مي ... شبنم اشک آب

ميپايد کل اران دنيا اشتاد کام

چشم تا عرب ... اشک بيتغ ... اد

(۳)

ہمسے کیا پیش ہے بادۂ گلرنگ نیا
روح مستی ہے چشم مست ساقی تیز
بے سبب کس درد کی دوا ہے اثر
عمر دنیا جانفزا انشا لطائف انگیز

(۴)

سرور لیوا پھول مدہوش
شاداب نگاہ ہے ولولہ کوش
چھائی ہوئی مستیاں ہیں بادہ بدوش
ہے عجب بہار ہیں ہے مے نوش

(۵)

حسن مطرب ہے اور نغمہ ہے چنگ

عشق کامل ہے اور فغاں کی بانگ

الفراق! اے حجاب آل جلوہ ہو

واسطہ منزل اے ابھی اے غیرت رنگ

(۶)

عقل حیرانی نگاہ سے تنگ

عشق آماجگاہ بارش سنگ

روح فرسا ہے عقل و عشق کی جنگ

ساقیا! لا عرق مے گلرنگ

(۷)

تیری ہستی کا کچھ یقین بھی نہیں
میرے اسباب پاس ہیں بھی نہیں
دیکھتا ہوں تو ہے سبھی موجود
سوچتا ہوں تو کچھ کہیں بھی نہیں



(۸)

وہ جس کو پیتا ہوں خمخانۂ ہستی
سب بھول کے بیٹھے ہیں سرکش مری مستی
اس مست کو صہبائے الست سمجھتے ہیں
حاصل ہے ہستی کا جو بادہ پرستی

(٩)

بیٹھا ہوں دل میں باغ عدن سا لئے ہوئے
یعنی زمیں ہے رنج زدہ سب کئے ہوئے
رنگ پھولوں میں مستیاں ہیں لبوں میں پیے ہوئے شوق
جب سے چمن سے بیک سے بھی کوئی پائے ہوئے

---

(١٠)

چھپایا ہوا حسن ہے ہو سبھی ہے
پھولوں میں بسی ہے رنگ و بو ہے
نقش نگاہ میں تماشا ہیں
بیسی زندگی ہو بہو ہے

(۱۱)

خورشید ہے تیرہ خاکداں میں روشن
دل جیسے ہے جسم ناتواں میں روشن
ہیں ایک ہی نور کے یہ دو دو جلوے
سورج میں وہی ہے جو ہے جاں میں روشن

(۱۲)

سر بسجدہ جا رہا ہوں سوئے دوست
رشک صد کعبہ ہے مجھ کو کوئے دوست
دیدہ و دل غرق موج نور ہیں
ہے تلاطم نور کا یا روئے دوست

(١٣)

یہ نغمۂ محبت ہے میری دردمندی
اے کاش دیکھ سکتے تم بھی مری بلندی
اے دوست دو جہاں سے آزاد ہو گیا ہوں
تیرے حضور میں ہے میری نیازمندی

(١٤)

سینے میں آتش شوق آنکھوں سے اشک جاری
فردوس زندگی ہے مجھ کو یہ بے قراری
کون و مکاں کے سارے جلوے نثار اس پہ
جس دل کے آئینہ میں تصویر ہے تمہاری

(۱۵)

مطرب ہے جو بہار ہے ہنگامِ شام ہے
رنگینیِ شفق سے ہے بُت لالہ فام ہے
منظر نہیں یہ منظرِ خلدِ بریں سے کم
کیا اب بھی اے خدا مجھے پینا حرام ہے

(۱۶)

میں سخن ور نہیں پروردۂ الہام ہوں میں
حق کا پیغام ہوں غارت گرِ اوہام ہوں میں
مری ہر سانس ہے خوشبوئے تمنائے معصوم
مئے الفت کا چھلکتا ہوا اک جام ہوں میں

(۱۷)

پیا انج پیاری تسنا ولی کوں ہم آ عیش میں بستا ہوں
شراب آنند پیتا ہوں او سدا بہو عیش میں بستا ہوں
اول نعمت سے ارا کال سیاں نے سب گیا
انہیں کا سو تیں نعمت پیا آیا عیش میں بستا ہوں

(۱۸)

سینہ و دل نگار کروں کیسا
دل کی نقشیاں نثار کروں کیسا
ہر قدم پر ہے طوق و دار و رسن
راہ حق اختیار کروں کیسا

(۱۹)

خار صحن وہ مری گل سے وہ آستاں سے ہے میری ہی جا!
بہار عشق سے سے اشک جہاں کو میری ہی جا!
شباعِ حسن کی وفا سے جیسے بنے نغمۂ شوق
جہاں سے دشت میں وہ کاروان کو میری ہی جا!

---

(۲۰)

غم میں بھی ہے ساز شادمانی
اسرار سے ہے نغمۂ جاودانی
ہر چیز ہے محوِ کیف و مستی
ہے جذبۂ سرورِ زندگانی

(٢١)

اے جنبشِ زیست! اے جوانی!
اے روحِ نباتات! طراوت بانی!
اے خیزِ نغمہ زنِ دل سے رنگیں
اے روحِ فسانہ زا تری کہانی!

(٢٢)

ہے حسنِ بتاں بہارِ گلستانی
ہے عشق ضیائے شعلۂ بنیانی
ان دونوں کا اتصال ہے تسکین
ہے کیفِ وجود جاودانی

٣٢

یا بیخبر سرو نصیب جوانی
ای ذوق جنون سر زندگانی
ای یار عمل عین ایالت زنجیر
بی چشمک سست د کامرانی

(٣٢)

بی ساز و نگار و نغمه خوانی
ای دوست بهار نوجوانی
با دوستی کس آرزی ای ایچ
با دوست جوانی کمی بیاری

(۴۷)

کمی عمل کی ، یقیں کی کمی ہے اب سب پر
کمی یقیں کی ہے ، ذوقِ آرزو کی کمی
بہار کی نہیں ایسی کیا ذوقِ آرزو سے تیز
نہالِ خشک سے جب تن میں تازگی نہ نمی

---

(۴۸)

حسن سے جلوۂ وفا کی بہار
انجمن شمعِ بزمِ حسن سے لبریز
عشق سے نغمۂ بلبل کی بہار
ہے پیمانۂ بادۂ حسن سے لبریز

(٢٥)

صنم تیرے ہجران کی کچھ بھی حد انتہا ہے
صنم تیری بھی کچھ ستم کی انتہا ہے
کہ اب تک یہ بیداد یاری آپ کی ہے
نہیں ظلم کی انتہا اس ادا کی

---

(٢٦)

قدم رکھتے ہی وہ حق آگاہ وقت پیشتر آئے ہیں
سراپا سکینت غنی اس کی البتہ آئے ہیں
وہ دنیا بھول کر اب کے ساقی زباں پہ دو جام
نیا ساقی ہے سبب وہ پیتا آئے ہیں

(۲۹)

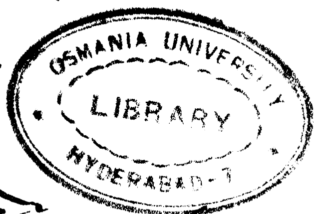
نگاہ شوق سے ہے حسن کو جمال پسند
نئی نگہ سے ترے بعد نگاہ بس جمال پسند
بغیر نگاہ تو نہ پر جمال ہی کچھ بھی نہیں
کہ سما تو ہی گیا بعد جمال پسند

(۳۰)

ازل سے یہ حسن ازل عیاں ہی ہے
ابن ظہور نگاہوں سے پنہاں ہی ہے
حقیقت دل انساں ہی میں کہیں ہی
یہ قطرہ ہی ہے بحر بیکراں ہی ہے

(٣١)

یا چین جبیں پر ہو نہ کبھی فرمایا ہے
اس نے لوگوں کو یہ کیا اچھا لگا پیدا ہے
اب جس چال سے نہ بہ جہاں کی ہے بنی
اس چال سے دو آنکھیں جنت میں آیا ہے




(٣٢)

یہاں سکھ سے یہ ہنگامہ جہاں ہے
ہر ایک حسن کی کلاہوں کی جھلکیاں ہیں
وہ دید و دیدہ مختلف ہیں اور آنکھ بھی ہیں
بیکار واں ہے یہ سے گرد کارواں ہے

(۳۳)

بکھر بکھر کے یہ چہرہ اترا ہے کس دن
کہوں تو اداسیں بچھی نہیں آئے کس دن
اری زباں سے نہ ایسا اٹھاؤ وال کہیں
وہ زینہار سب سے پیچھے آئے تیش ایں

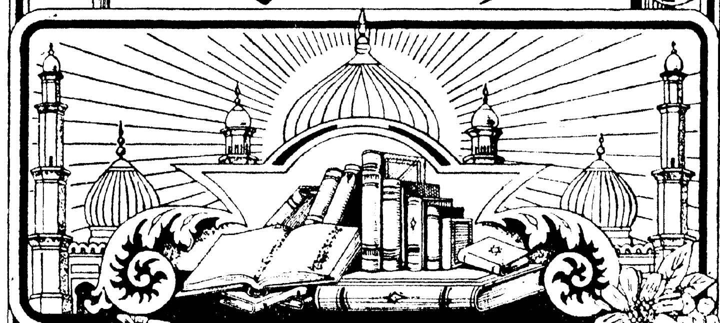
---

(۳۴)

نظارہ ہو نہ سکا جب وہ حقیقت کا
بیان ہو نہ سکا جب مجیب حقیقت کا
زبان اپنی اوڑا کے کہو کیفی کی ہی
کہدی ہے آج ابھی کیا تقاضا حیرت کا

مفت طلب کریں

# فہرست کُتب



۱۹۳۷ء

تاج کمپنی لمیٹڈ ریلوے روڈ لاہور